جلد 7 | 6 رمضان 1377ھ مطابق 27 مارچ 1958 | نمبر 11

ہمدردی کا جوش

مبارک کلمات حضرت بانی سلسلہ احمدیہ قادیان

تشنہ بیٹھے ہو کنارے جوئے شیریں حیف ہے
سرزمین ہند میں چلتی ہے نہر خوشگوار

"میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے سونے کی ایک کان نکالی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ میں اپنے ان تمام بنی نوع (انسان) بھائیوں میں وہ تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟

سچا خدا

اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر یہ سخت ظلم ہے کہ میں بنی نوع (انسانوں) کو اس سے محروم رکھوں۔" (اربعین)

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام

ملک صلاح الدین ایم اے پبلشر نے رام ارٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا

ہفت روزہ بدر قادیان سے موٴرخہ ۷ مارچ ۱۹۵۸ء

چودھویں کا چاند

اگرچہ پہلی تین صدیوں کے بعد ہی مسلمانوں میں روحانی تنزل شروع ہو گیا تھا لیکن تیرھویں صدی کے آخری حصہ میں تو روحانی تاریکی نہایت بھیانک شکل اختیار کر چکی تھی۔ زمین ہر قسم کے فسق و فجور سے بھر گئی اور روحانیت بکلی اٹھ گئی جس کی وجہ سے صاف ظاہر ہے کہ

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

دیگر اہلِ مذاہب کی ابتر حالت کا تو ذکر ہی کیا خود اہل اسلام کا حال حضرت مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی تفسیر بن چکا تھا کہ

یاتی علی الناس زمان لایبقی
من الاسلام الا اسمہ ولا
یبقی من القرآن الا رسمہ
مساجدھم عامرۃ وھی خراب
من الھدیٰ علماءھم شر
من تحت ادیم السماء من
عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم
تعود۔ (مشکوٰۃ باب العلم)

مسلمانوں کی یہ خستہ حالی اسلامی تعلیم یا بانیٔ اسلام کی ہدایت میں کسی نقص کے باعث نہ تھی بلکہ اُن کی اپنی بدعملی کا ثمرہ تھا اُس سراج منیر کی تابانی میں چنداں کمی نہ آئی تھی لیکن زمین نے اپنی ہی گردش کے باعث اُس سے رُخ پھیر لیا تھا۔ اسی سبب سے وہ تاریک ہوئی جاتی تھی۔ اس کی تاریکی دن بدن زیادہ خوفناک صورت اختیار کرتی جا رہی تھی اسلام ہر قسم کے اندرونی و بیرونی حملوں کا نشانہ بن چکا تھا۔ مغربیت اور عیسائیت ایک سیلاب عظیم کی طرح تمام مشرق و مغرب میں پھیلتی جا رہی تھیں ایک طرف حملہ آوروں کی چاروں جانب سے یلغار اور دوسری طرف مسلمانوں کی بے بسی انہیں قعر مذلت میں دھکیل رہی تھی۔

ایسے موقعہ پر انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے وعدہ کے موافق عین وقت پر چودھویں کا چاند اُفق مشرق سے طلوع ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دلائل و براہین کی چمکتی ہوئی تیز تلوار تھی۔ آسمانی نشانات و معجزات اُس کی پشت پر تھے۔ یہ فارسی النسل جری اللہ۔ دشمنانِ اسلام کے سامنے نہایت جوانمردی سے سینہ تان کر کھڑا ہو گیا! اسلام کی طرف آنے والے ہر تیر کو اُس نے اپنے سینہ پر لیا اور اسلام کی زبوں حالی کو دیکھ کر اُس کے دل کی آہوں اور اُسکی دردبھری دعاؤں نے عرش الٰہی کو ہلا دیا۔ اُس کی تائید میں سینکڑوں نشانات ظاہر ہوئے کچھ آسمان پر اور کچھ زمین پر حسب پیشگوئی آسمان پر سورج اور چاند کو ماہ رمضان میں مقررہ تاریخوں پر گرہن لگا۔ ذو مدار ستارے نے مہدیٔ آخرالزمان کے ظہور کی خبر دی۔ زمین پر قہری نشان ظاہر ہوئے کبھی طاعون کے ذریعہ اہل ارض کو تنبیہ کیا گیا اور کبھی زلازل سے ہوشیار کیا گیا!! اور دریاؤں سے نہریں نکالیں۔ پہاڑوں کو اڑایا گیا۔ نئی نئی سواریاں نکلیں اور یاجوج و ماجوج نے سائنسی ترقی میں قریباً ساری زمین پر فتح پائی۔ گویا جب دجالی اور طاغوتی قوتیں پورے جوبن پر تھیں تو بدر کامل نے اُفق مشرق سے طلوع ہو کر ضیا پاشی شروع کر دی اور اس کے پُرتاثیر نور نے سعید روحوں کو ایک نئی زندگی بخشی اُس کے گرد ستاروں کی جماعت بڑھنے لگی۔ نیکی کا پھر سے پرچار ہونے لگا۔ خدا کی یاد میں لذت و سرور حاصل ہونے لگا گویا ؎

جو دورِ تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایات یار سے
جاڑے کی رُت ظہور سے اُس کے پلٹ گئی
عشق خدا کی آگ ہر اک دل میں آ گئی

حمایتِ اسلام کا ٹھوس کام براہین احمدیہ کی تصنیف سے شروع ہو چکا تھا۔ اس عظیم الشان کتاب کے دلائل کی پختگی اور موٴلف کتاب کی بے لوث خدمتِ اسلامی کو دیکھ کر مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس پر ریویو لکھا:۔

"کتاب براہین احمدیہ ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور اس کا موٴلف اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلی کتابوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے" (اشاعت السنہ جلد ۷ صفحہ ۶)

اسی سلسلہ میں آپ نے ایک طرف وفات مسیح کے دلائل سے کسر صلیب کی تو دوسری طرف اسلام کی اس امتیازی شان کو عملی رنگ میں پیش کیا جو زندہ خدا کے تعلق کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور بتایا کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے۔ کیونکہ وحی الٰہی ہی دین کی جان ہے۔ آپ نے اسلام کی صحیح تفسیر و تشریح پیش کی اور مسلمانوں کی اُن بیسیوں خرابیوں کی اصلاح کی۔ جو اسلام کے منور چہرہ پر ایک بدنما داغ کی طرح تھیں۔ اگرچہ [illegible] المسلمین کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا ہوا مگر آپ کے پیچھے خدا کی طاقت کام کر رہی تھی اور اس کے فرشتے اندر ہی اندر دلوں کو ایک روحانی انقلاب کے لئے تیار کر رہے تھے۔ چنانچہ آج انہی باتوں کو اپنایا جا رہا ہے۔ جن کے باعث آپ پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ آج جہاد کی وہی تشریح کی جا رہی ہے جو آج سے کچھ عرصہ پیشتر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کی گئی تھی۔ آج ملک کے کسی کونہ سے جہاد بالسیف کی آواز بلند نہیں ہوتی آخر کیا وجہ ہے؟

اسی طرح باوجود علماء سلف کی متعدد کتب تفاسیر موجود ہونے کے کیوں قرآنی آیات کی نئی نئی تفاسیر کی جانے لگیں۔ حالانکہ ابتداء میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے حقائق و معارف قرآنیہ کے غیر متناہی ہونے اور ہر زمانہ کے مطابق [illegible] کا فلسفہ پیش کیا تو اُسے عجیب سمجھا گیا!!

اسی طرح جب آپ نے قرآنی تعلیم ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر کی روشنی میں حضرت کرشن جی۔ حضرت [illegible] جی۔ حضرت بدھ وغیرھم کو خدا کے برگزیدہ انسان قرار دیا تو اُسے بھی اعتراض کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ لیکن آج دنیا اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے۔ اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ صداقت کا سرچشمہ آپ ہی تھے۔

بہرحال دنیا میں چھائی ہوئی انتہائی ظلمت کے وقت آپ نے آفتاب رسالت سے ماہ کامل کی طرح اکتساب کر کے اس کے انوار و برکات کو زمین پر منعکس کیا۔ اور فرمایا ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحر کمالِ محمدؐ است

اور چشمۂ کمالات محمدی کے اس ساقی نے محمدیت کی شراب مصفا پلا پلا کر ایک ایسی جماعت تیار کی جو اسلام کی تصویر اور نیکی اور تقوےٰ کا نمونہ ہے۔ ذکر الٰہی جس کی روح کی غذا ہے اور زمین کے کناروں تک امن و سلامتی کے پیغام کی تبلیغ جس کا محبوب مشغلہ۔ چنانچہ ایک قلیل عرصہ میں مشرق و مغرب کے ظلمت کدوں میں انوار محمدی کی ضیاء باری ہونے لگی ہے۔ کاش دنیا اس آواز کو گوش حقیقت نیوش سے سنے ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مبارک ہے وہ جو اس آواز پہ کان دھرتا اور خدا کے نور کو اپنے دل میں [illegible]

اَے چاند

ازمحترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

اے چاند۔ چاند میرا بھی اک۔ قادیاں میں ہے
دارالامان۔ خطۂ جنت نشاں میں ہے
اس چودہویں صدی میں ہوا ہے ضیا فگن
پرتو۔ اسی کے نور کا۔ سارے جہاں میں ہے
لگتے ہی پار ہوتا ہے سینے سے کفر کے
وہ ایسا ہے تیر۔ میرے خدا کی کماں میں ہے
کلمہ پڑھا دیا ہے۔ بتانِ فرنگ کو
تاثیر اس قدر دمِ معجز بیاں میں ہے
سنو سنو پہ بھاری ہے وہ ولایاتِ غیر میں
اک اِک مُرید اس کا جو ہندوستان میں ہے
محمود ہے ستارۂ صبح نوید حق
مغرب ہے دیدِ شمس اُسی کے نشاں میں ہے
اس چاند پر نثار ہوں تجھ سے ہزار چاند
اور تا اَبَد یہ ہم پہ رہے نور بار چاند

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سندھ کے سفر سے ربوہ واپس تشریف لے آئے

ربوہ ۸ ار مارچ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ آج رات جناب ایکسپریس کے ذریعہ سندھ کے سفر سے بخیریت ربوہ تشریف لے آئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ ریلوے سٹیشن پر احباب جماعت نے فرط محبت اور جوش عقیدت میں اھلاً وسھلاً و مرحبا کے پُرجوش نعروں سے اپنے محبوب امام کا استقبال کیا۔

احباب اپنے مقدس آقا کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

زندگی بخش پر معارف کلماتِ طیبات

"ہمارا خدا"

"کیا ہی قادر و قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اس کی کتاب اور وعدہ کے خلاف ہے . . . .

کیا ہی بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔" (کشتی نوح مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

قرآن کریم

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

"میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں سب سے اوّل قرآن ہے . . .

سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا الخیر کلہ فی القرآن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی . . . . . . قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔" (کشتی نوح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کا مقصد

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق میں جو کدورت واقع ہو چکی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض قال کے ذریعہ سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگاؤں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو زمین و آسمان کا خدا ہے۔" (لیکچر اسلام صفحہ ۴۷)

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔" (رسالہ الوصیت مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کیلئے پاک تعلیم

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ اور اس کے مطابق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے۔ اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو اور دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کے مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنے شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے اور رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نماز پنجگانہ کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصور وار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعل ساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔

یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے۔ وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔" (کشتی نوح ص۳۳ تا ۳۴)

"اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس حقیقی تقوے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔" (رسالہ الوصیت)

یوم التبلیغ

بتاریخ ۲۷ اپریل

جملہ جماعت ہائے ہندوستان کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مورخہ ۲۷/۴/۶۸ کو یوم تبلیغ منایا جائے۔ اور اس روز خاص پروگرام کے ماتحت تمام احباب جماعت فریضۂ تبلیغ سرانجام دیں۔ اپنے علاقہ کے مناسب حال انگریزی اردو۔ ہندی۔ گورمکھی لٹریچر دفتر ہذا سے منگوالیں۔ امید ہے کہ حتی الامکان جماعتیں مطبوعہ لٹریچر کا ڈاک خرچ خود برداشت کریں گی۔ البتہ جو جماعت فی الواقع اس کی استطاعت نہیں رکھتی اُس کی درخواست پر دفتر اپنے ہی خرچ پر لٹریچر بھجوا دیگا نیز کوشش کی جائے کہ لٹریچر فروخت بھی ہو۔ اور اس کی قیمت امانت "دعوۃ و تبلیغ" میں جمع کرانے کے لئے قادیان بھجوائیں۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

خدمت اسلام اور امن عامہ کے قیام کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سنہری کارنامے

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۷ء)

۱۹۲۷ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مورخہ ۲۸ دسمبر کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے" کے موضوع پر نہایت پُر معارف تقریر فرمائی۔ جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہے۔ اس تقریر کا ایک حصہ بطور تبرک اور افادہ احباب کی خاطر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

تیرھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے سامان پیدا کئے جو یہ ہیں:-

(۱) تبلیغ اسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے اس کام کو جو مدت سے بند ہو چکا تھا جاری کیا۔ آپ کی بعثت سے پہلے مسلمان تبلیغ اسلام کے کام سے بالکل غافل ہو چکے تھے۔ اپنے اردگرد کے لوگوں میں کبھی کوئی مسلمان تبلیغ کر لیتا تو کر لیتا لیکن تبلیغ کو باقاعدہ کام کے طور پر کرنا مسلمانوں کے ذہن میں نہ تھا اور مسیحی ممالک میں تبلیغ کو تو بالکل ناممکن خیال کیا جاتا تھا۔ آپ نے ۱۸۸۲ء کے قریب اس کام کی طرف توجہ کی اور سب سے پہلے خطوط کے ذریعہ سے اور پھر ایک اشتہار کے ذریعہ سے یورپ کے لوگوں کو اسلام کے مقابلہ کی دعوت دی اور بتایا کہ اسلام اپنے محاسن میں تمام مذاہب سے بڑھ کر ہے اگر کسی مذہب میں ہمت ہے تو اس کا مقابلہ کرے۔ مسٹر الگزنڈر ویب مشہور امریکن مسلم مشنری آپ ہی کی تحریرات سے مسلمان ہوئے اور ہندوستان آپ ہی کی ملاقات کو آئے تھے کہ دوسرے مسلمانوں نے انہیں ورغلا دیا کہ مرزا صاحب کے ملنے سے باقی مسلمان ناراض ہو جائیں گے۔ اور آپ کے کام میں مدد نہ دیں گے۔ امریکہ واپس جا کر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور مرتے دم تک اپنے اس فعل پر مختلف خطوط کے ذریعہ ندامت کا اظہار کرتے رہے۔ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے لئے آپ کی جماعت کی طرف سے مشن کام کر رہے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ آج ساٹھ سال کے بعد صرف آپ ہی کی جماعت اس [illegible] کر رہی ہے۔

(۲) جہاد کی صحیح تعلیم

دوسرے آپ نے جہاد کی صحیح تعلیم دی۔ لوگوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے۔ کہ آپ نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے۔ حالانکہ آپ نے جہاد کو کبھی نہیں روکا بلکہ اس پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں نے حقیقت جہاد کو بھلا دیا ہے اور وہ صرف تلوار چلانے کا نام جہاد سمجھتے رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جب مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ تو وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔ اور کفر دنیا میں موجود رہا۔ گو دنیا میں اسلام کی حکومت ہو گئی۔ مگر دلوں میں کفر باقی رہا اور ان ملکوں کی طرف بھی توجہ نہ کی گئی جن کو اسلامی حکومتوں سے جنگ کا موقع پیش نہ آیا اور اس وجہ سے وہاں کفار کی حکومت رہی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر اپنی جگہ پھر طاقت پکڑتا گیا اور بعض قوموں کی سیاسی برتری کے ساتھ ہی اسلام کو نقصان پہنچنے لگا۔ اگر مسلمان جہاد کی یہ تعریف جانتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے۔ کہ جہاد ہر اس فعل کا نام ہے جسے انسان نیکی اور تقویٰ کے قیام کے لئے کرتا ہے اور وہ جس طرح تلوار سے ہوتا ہے اسی طرح اصلاح نفس سے بھی ہوتا ہے۔ اور اسی طرح تبلیغ سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے اور ہر ایک قسم کے جہاد کا الگ الگ موقع ہے تو آج کا روز نہ دیکھنا پڑتا۔ اگر مسلمان اس تعریف کو سمجھتے تو اسلام کے ظاہری غلبہ کے موقع پر جہاد کے حکم کو ختم نہ سمجھتے بلکہ انہیں خیال رہتا کہ صرف ایک قسم کا جہاد ختم ہوا ہے۔ دوسری اقسام کے جہاد ابھی باقی ہیں اور تبلیغ کا جہاد شروع کرنے کا زیادہ موقع ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ نہ صرف اسلام اسلامی ممالک میں پھیل جاتا بلکہ یورپ بھی آج مسلمان ہوتا اور اس کی ترقی کے زمانہ اسلام کو زوال نہ آتا۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کے مواقع بتائے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ تلوار کا جہاد منسوخ ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں شریعت کے مطابق کس جہاد کا موقع ہے۔ اور خود بڑے زور سے اس جہاد کو شروع کر دیا ہے۔ اور تمام دنیا میں تبلیغ جاری کر دی ہے۔ اگر مسلمان سمجھیں تو آپ کا یہ فعل ایک زبردست خدمت اسلامی ہے۔

(۳) جدید علم کلام کا اجراء

تیسرا کام اسلام کی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کیا ہے کہ آپ نے جدید علم کلام پیدا کیا ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے مذاہب کی جنگ گورِلا وار سے مشابہ تھی۔ ہر ایک شخص اٹھ کر کسی ایک بات کو لیکر اعتراض شروع کر دیتا اور اپنے خصم کو شرمندہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا تھا۔ آپ نے اس نقص کو دور کیا۔ اور اعلان کیا کہ مذاہب کی شان کے یہ خلاف ہے کہ اس قسم کے ہتھیاروں سے کام لیں نہ کسی کا نقص نکالنے سے مذہب کی سچائی ثابت ہو سکتی ہے۔ اور نہ صرف ایک مسئلہ پر بحث کر کے کسی مذہب کی حقیقت ظاہر ہو سکتی ہے۔ مذاہب کی پرکھ مندرجہ ذیل اصول پر ہونی چاہیئے۔

اپنے مذہب کے دعاوی کا ثبوت

(الف) مشاہدہ پر یعنی ہر مذہب جس غرض کے لئے کھڑا ہے اس کا ثبوت دے۔ یعنی یہ ثابت کرے کہ اس پر چل کر وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ جس مقصد کو پورا کرنا اس مذہب کا کام ہے۔ مثلاً اگر خدا کا قرب اس مذہب کی غرض ہے۔ اور ہر مذہب [illegible] کی یہی غرض ہوتی ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ ثابت کرے کہ اس مذہب پر چلنے والوں کو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکتا تو اس کے قیام کی غرض ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک جسم بے روح ہو جاتا ہے۔ چند اخلاقی یا تمدنی تعلیمیں یا فلسفیانہ اصول کسی مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان باتوں کو تو انسان دوسرے مذاہب سے چرا کر یا خود غور و فکر کر کے بلا اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے الہام ہو پیش کر سکتا ہے۔ مذہب کا اصل ثبوت تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ جس مقصد کے لئے مذہب کی ضرورت ہوتی ہے یعنے اللہ تعالیٰ کا قرب وہ انسان کو حاصل ہو جائے۔ اور اسی دنیا میں حاصل ہو جائے۔ کیونکہ اگر کوئی مذہب یہ کہے کہ وہ مرنے کے بعد نجات دلائے گا۔ تو اس دعوے پر یقین نہیں کیا جا سکتا اور اس کی صداقت کو پرکھا نہیں جا سکتا۔ اور علاوہ ازیں اس دعویٰ میں سب مذاہب شریک ہیں۔ کوئی مذہب نہیں جو کہتا ہو کہ میرے ذریعہ سے نجات نہیں مل سکتی۔ گو نجات کے مفہوم میں ان کو اختلاف ہو پس بعد مرنے کے نجات دلانے کا دعوے نہ قابل قبول ہے اور نہ مذہب کی ضرورت کو پورا کرتا ہے جو چیز قابل قبول ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ مذہب مشاہدہ کے ذریعہ سے ثابت کر دے کہ اس نے انسانوں کی ایک جماعت کو جو اس پر چلتی تھی خدا سے ملا دیا۔ اور اس کا قرب حاصل کرا دیا۔ یہ دلیل ایسی زبردست ہے کہ کوئی شخص اس کی صداقت کا انکار نہیں کر سکتا اور پھر ساتھ ہی یہ بھی بات ہے کہ اس دلیل کے ساتھ تمام فضول مذہبی بحثوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور نیز سوائے اسلام کے کوئی مذہب میدان میں باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ دعوے صرف اسلام کا ہے کہ وہ آج بھی اسی طرح فیوض ظاہر کرتا ہے جس طرح کہ پہلے زمانوں میں فیوض ظاہر ہوتے تھے اور لوگوں کو خدا سے ملا دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے قرب کے آثار کو مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ چنانچہ آپ کے اس اعلان کا یہ نتیجہ ہوا کہ غیر مذاہب کے پیروؤں کو آپ کا اور آپ کی جماعت کا مقابلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ اور وہ ہر میدان میں شکست کھا کر بھاگنے لگے۔

دعویٰ اور دلیل اپنی الہامی کتاب سے

(ب) دوسرا اصل مذہبی مباحثات کے متعلق آپ نے پیش کیا کہ دعویٰ اور دلیل دونوں الہامی کتاب میں موجود ہوں آپ نے مذہبی دنیا کی توجہ اس طرف پھیری کہ اس زمانہ میں ایک عجیب رواج ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے [illegible] ت کو اپنے مذہب کی طرف منسوب کر کے اس پر بحث کرنے لگ جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ اس کی فتح اس کے مذہب کی فتح ہوتی ہے اور نہ اس کی شکست اس کے مذہب کی شکست ہوتی ہے اور اس طرح لوگ فضول وقت مذہبی بحثوں میں ضائع کرتے رہتے ہیں۔ فائدہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پس چاہیئے کہ مذہبی بحثوں کے وقت اس امر کا التزام رکھا جائے کہ جس دعوے کو پیش کیا جائے اس کے متعلق پہلے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ وہ اس مذہب کی آسمانی کتاب میں موجود ہے۔ اور پھر دلیل بھی اسی کتاب میں سے دی جائے۔ کیونکہ خدا کا کلام بے دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہاں مزید وضاحت کے لئے تائیدی دلائل دیئے جا سکتے ہیں آپ کے اس اصل نے مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا اور وہ کتنے ہی نا تراشیدہ خیالات جو یونہی اٹھ کر مذہب بن جاتے تھے اور وہ علوم جدیدہ کے ذریعہ جو اپنی قوم کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے جدید علوم کو اپنا مذہبی مسئلہ بنا کر پیش کرنے کے عادی تھے گھبرا گئے۔ لیکن اسلام کا ہر دعویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم سے نکال کر دکھا دیا اور ہر دعویٰ کے دلائل بھی اسی میں سے نکال کر بتا دیئے ہیں۔

فطرت کی تسلی اور ضرورت حقہ کو پورا کرنا

(ج) تیسرا اصل آپ نے یہ پیش کیا کہ ہر مذہب جو عالمگیر ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے لئے صرف یہ ضروری نہیں کہ وہ یہ ثابت کر دے کہ اس کے اندر اچھی تعلیم ہے۔ بلکہ عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ ثابت

کرے کہ اس کی تعلیم ہر فطرت کو تسلی دینے والی اور ضرورت حقہ کو پوری کرنے والی ہے۔ اگر خالی اچھی تعلیم کسی مذہب کی صداقت کا ثبوت سمجھی جائے تو بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص کہہ دے کہ میں ایک جدید مذہب لایا ہوں اور میری تعلیم یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولو۔ ظلم نہ کرو غداری نہ کرو۔ اب یہ تعلیم تو یقیناً اچھی ہے۔ لیکن ہر ضرورت کو پورا کرنے والی نہیں۔ اور اسی وجہ سے باوجود اچھی ہونے کے مذہب کی صداقت کا ثبوت نہیں ہوسکتی۔ مذاہب موجودہ میں سے مسیحیت کی مثال لی جاسکتی ہے۔ مسیحیوں کے نزدیک مسیح کا سب سے بڑا کارنامہ اس کی وہ تعلیم ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ اگر تیرے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے آگے پھیر دے۔ اب بظاہر یہ تعلیم بڑی خوبصورت نظر آتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے۔ تو فطرت صحیحہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ فطرت نیکی کا قیام چاہتی ہے اور اس تعلیم سے بدی بڑھتی ہے۔ اسی طرح ہر ضرورت کو بھی یہ نہیں پورا کرتی کیونکہ انسان کو دشمن کا مقابلہ کرنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور اس ضرورت کا اس میں علاج نہیں۔ اس اصل کے ماتحت بھی دشمنان اسلام کو ایک بہت بڑی شکست نصیب ہوئی اور اسلام کو بہت سے میدانوں میں غلبہ حاصل ہوا۔

عربی اُم الالسنہ ہے

(۴) چوتھا کام آپ نے اسلام کی ترقی کے لئے یہ کیا کہ عربی کو ام الالسنہ ثابت کیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو عربی زبان سیکھنی چاہیئے۔ مسلمانوں نے ابھی تک اس بات کی عظمت کو سمجھا نہیں۔ بلکہ ابھی تک وہ اس کے برخلاف عربی کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تجویز میں مسلمانوں کے اتحاد کامل کے لئے بنیاد رکھی گئی ہے۔ امید ہے کچھ عرصہ تک خود بخود وہ اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اس کی مذہبی اہمیت کے ساتھ اس کی سیاسی اور تمدنی عظمت کو بھی محسوس کریں گے۔

اسلام کے تائیدی دلائل کا ذخیرہ

(۵) پانچواں کام اسلام کی ترقی کے لئے آپ نے یہ کیا ہے کہ ایک عظیم الشان ذخیرہ اسلام کے تائیدی دلائل کا جمع کر دیا ہے اور آپ کی کتب کی مدد سے اب ہر مذہب اور ہر ملت کے لوگوں کا اور علوم جدیدہ کے غلط استعمال سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر طرح کی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

آپ نے مُردہ اُمنگوں کو زندہ کیا

(۶) چھٹا کام آپ نے یہ کیا کہ امید جو مسلمانوں کے دلوں سے بالکل مفقود ہوگئی تھی اسے پھر پیدا کر دیا ہے۔ آپ کے ظہور سے پہلے مسلمان بالکل نا امید ہو چکے تھے۔ اور سمجھ بیٹھے تھے۔ کہ اسلام دب گیا۔ آپ نے آکر بزور اعلان کیا کہ اسلام کو میرے ذریعہ ترقی ہوگی۔ اور اسلام پہلے دلائل کے ذریعہ سے دنیا پر غالب ہوگا۔ اور آخر تبلیغ کے ذریعہ سے طاقتور قومیں اس میں شامل ہو کر اس کی سیاسی طاقت کو بھی بڑھا دیں گی۔ اس طرح آپ نے ٹوٹتے ہوئے دلوں کو باندھا جھکی ہوئی کمر کو سہارا دیا۔ بیٹھے ہوئے حوصلوں کو کھڑا کیا اور مردہ امنگوں کو زندہ کیا اور اس میں کیا شک ہے کہ جب امید اور زبردست امید پیدا ہو جائے تو سب کچھ کرا لیتی ہے۔ امید ہی سے قربانی و ایثار پیدا ہوتے ہیں۔ اور چونکہ مسلمانوں میں امید نہ تھی قربانی بھی نہ رہی تھی۔ احمدیوں میں امید ہے اس لئے قربانی بھی ہے۔ پھر قربانی بھی مرنے مارنے کی قربانی نہیں۔ بلکہ سامان بقا کو پورا کرنے والی قربانی۔ جس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہر ذرہ کو اس طرح مٹایا جائے کہ اس سے ترقی کے سامان پیدا ہوں۔

امن عامہ کا قیام

چودھواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا ہے کہ آپ نے امن عامہ کو قائم کیا ہے۔ اس غرض کے لئے آپ نے چند تدبیریں کی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے اور ہوگا۔

پیشوایانِ مذاہب کا احترام

(۱) دنیا میں سب سے بڑی وجہ فساد کی یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور دوسرے مذاہب کی خوبیوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ حالانکہ عقل سلیم اسے تسلیم نہیں کرسکتی کہ خدا تعالےٰ جو رب العالمین ہے وہ کسی ایک قوم کو ہدایت کے لئے چن لے گا۔ اور باقی سب کو چھوڑ دے گا۔ مگر عقل سلیم خواہ کچھ کہے دنیا میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا اور اسی کی وجہ سے سخت فسادات پیدا ہو رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس صداقت کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور بڑے زور سے دعویٰ کیا کہ ہر قوم میں نبی گذرے ہیں اور اس طرح ایک عظیم الشان وجہ فساد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ سے پہلے بھی بعض بزرگوں نے بعض قوموں کے بزرگوں کو یا بعض قوموں نے بعض غیر قومی بزرگوں کو خدا رسیدہ تسلیم کیا ہوا تھا۔ جیسے مثلاً ایک دہلوی بزرگ نے فرمایا کہ کرشن نبی تھے۔ اسی طرح توریت میں ایوب علیہ السلام کو نبی کرکے پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہ تھے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسئلہ کو اور رنگ میں پیش کیا ہے۔ آپ کے دعوے سے پہلے مختلف اقوام کے ہدایت کے متعلق مختلف خیالات تھے۔

(۱) بعض کا خیال تھا کہ باقی سب لوگ جہنمی ہیں۔ صرف ان کی قوم نجات یافتہ ہے۔ یہود اور زردشتی اس خیال کے تھے۔

(۲) بعض کا خیال تھا کہ ان کے بانی کی آمد سے پہلے تو دنیا کی ہدایت کا دروازہ بند تھا۔ مگر اس کے آنے کے بعد کھلا ہے۔ مسیحی لوگ اس خیال کے پابند ہیں ان کے نزدیک ہدایت تمام حضرت مسیح ناصری کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔

(۳) بعض کا یہ خیال تھا کہ ہدایت تو ہی تو ان کی قوم سے ہی مخصوص ہے۔ لیکن خاص خاص افراد دوسری اقوام کے بھی نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ اگر وہ خاص زور لگائیں۔ سناتن دھرمی لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔ وہ اصل اور سچا مذہب تو اپنا تسلیم کرتے ہیں مگر ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی اور مذہب کا خدا تعالےٰ کی محبت کو دل میں پیدا کرکے مجاہدہ کرے۔ تو اللہ تعالےٰ اس پر بھی رحم کرتا ہے۔ گویا اُسے ایک لمبا راستہ مل جاتا ہے جو گو سیدھا تو منزل مقصود تک نہیں پہنچتا لیکن چکر کھا کر پہنچ جاتا ہے۔

مسلمانوں کے خیالات بھی باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو حل کر دیا تھا بغیر معین تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ بنی اسرائیل کے سوا باقی اقوام کو غیر کتابی سمجھتے تھے اور ان کے نبیوں کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔

اس قسم کے خیالات کا نتیجہ یہ تھا کہ مختلف اقوام میں صلح نا ممکن ہو رہی تھی اور ضد میں آکر سب لوگ کہنے لگ گئے تھے۔ کہ صرف ہم ہی نجات پائیں گے۔ ہمارے سوا اور کوئی نہیں نجات پا سکتا۔ ہمارا ہی مذہب اصل مذہب ہے۔ گویا ہر قوم خدا تعالےٰ کی اکلوتی بیٹی بننا اور اسی حیثیت میں رہنا چاہتی تھی۔ اور دوسری قوموں سے اگر کسی رعایت کے لئے تیار تھی تو صرف اس قدر کہ تم بھی ہمارے مذہب میں داخل ہو کر کچھ حصہ خدا کے فضل کا پا سکتے ہو اور دوسری اقوام کی قدیم قومی روایات اور احساسات کو مٹا کر ایک نئی راہ پر لانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ امید رکھتی تھی کہ وہ اپنے بزرگوں کو جھوٹا اور فریبی قرار دیتے ہوئے اور اپنی ساری پرانی تاریخ کا ورق پھاڑتے ہوئے ان میں آکر مل جائے اور نئے سرے سے ایک پنیری کی طرح جو نئی زمین میں لگائی جاتی ہے بڑھنا شروع کرے۔ چونکہ یہ ایک ایسی بات تھی جسے کرنے کے لئے انسان بہت ہی کم تیار ہوسکتا ہے خصوصاً ایسا انسان جس کے آباء شاندار کام کر چکے ہوں اور علوم کے حامل رہ چکے ہوں اسلئے قومی جنگ جاری تھی۔ اور صلح کی کوئی صورت نہ نکلتی تھی۔

بعض لوگ دوسروں کے بزرگوں کو بھی تسلیم کر لیتے تھے لیکن مصلح یا معلم یا نبوت میں نہیں بلکہ ایک بزرگ یا پہلوان کی صورت میں جنہیں اپنے زور سے ترقی کی اور وہ اسی کی ذات تک محدود رہی آگے اس کے ذریعہ سے دنیا پر ہدایت قائم نہیں ہوئی اور اس کا نور دنیا میں پھیلا نہیں لوگوں نے اسکی دعاؤں سے یا اس کے معجزات و کرامات سے فائدہ اٹھایا لیکن وہ کوئی تعلیم اور اصلاحی سکیم لیکر نہیں آیا۔ جیسے کہ ایوب اور کرشن کی نسبت یہود اور بعض مسلمانوں کا خیال تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر اس نقطہ نگاہ ہی کو بالکل بدل دیا۔ آپ نے بعض کی شخصیت کو دیکھ کر بزرگ تسلیم نہیں کیا۔ اور حضرت مظہر جان جاناں کی طرح یہ نہیں کہا کہ کرشن جھوٹا نہیں معلوم ہوتا وہ ضرور خدا کا بزرگ ہوگا یا جیسے سناتنی کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک بزرگ تھے مگر مذہب ہمارا ہی سچا ہے بلکہ آپ نے اس سوال پر اصولی طور پر نگاہ ڈالی اور آپ نے سورج اور اس کی شعاعوں سے پانی اور ان کے اثرات اور اسکی تاثیرات کو دیکھا اور کہا جس خدا نے سب انسانوں کو ان چیزوں میں مشترک کیا ہے وہ ہدایت میں فرق نہیں کرسکتا۔ اور اصولاً سب قوموں میں انبیاء کا ہونا لازمی قرار دیا پس آپ نے مثلاً حضرت کرشن کو اسلئے نبی تسلیم نہ کیا کہ وہ ایک بزرگ ہستی تھے جنہوں نے ایک تاریکی میں پڑے ہوئے ملک میں استثنائی طور پر انفرادی جدوجہد کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کر لیا بلکہ اسلئے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسا خدا ممکن نہ تھا کہ ہند و قوم کو بھلا دے اور اسکی ہدایت کا کوئی سامان نہ کرے۔

(۲) دوسرے آپ نے انسان کی فطرت اور اسکی قوتوں کو دیکھا اور اسکے اندر خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکی تڑپ کو دیکھا اور بے اختیار ہو کر بول اُٹھے کہ یہ جوہر ضائع ہونیوالا نہیں۔ خدا نے اسے ضرور قبول کیا ہوگا۔ اور اس کو روشن کرنیکے اسباب پیدا کئے ہوں گے۔ غرض آپ کا نقطہ نگاہ بالکل جدا گانہ تھا اور آپکا فیصلہ چند شاندار ہستیوں سے مرعوب ہونیکا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور انسانی قابلیت اور پاکیزگی کی بناء پر تھا۔

اب صلح کا راستہ کھل گیا۔ کوئی ہندو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر میں اسلام قبول کروں تو مجھے اپنے بزرگوں کو بُرا سمجھنا پڑے گا۔ کیونکہ اسلام ان کو بھی بزرگ قرار دیتا ہے۔ اور اسلام قبول کرنے میں وہ انہی کی تقلید کرے گا یہی حال زردشتیوں کنفیوشس کے تابعوں اور یہودیوں مسیحیوں کا ہوگا پس ہر مذہب کا انسان اپنے آبائی فخر کو سلامت رکھتے ہوئے اسلام میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور اگر داخل نہ ہو تو صلح میں ضرور شامل ہوسکتا ہے۔

اس اصل کے ذریعہ سے آپ نے بندہ کی خدا تعالیٰ سے بھی صلح کرا دی۔ کیونکہ پہلے مختلف دنیاوی قومیں

مہدی آخر الزمان

کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان)

خدا تعالیٰ کے ماموروں کی شناخت کے لئے جہاں حالاتِ زمانہ، ورعقلی ونقلی دلائل معیارہ اور ان کے ا ، ات ونشانات، و بینات ومعجزات کا سلسلہ دوسروں کو مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے۔ وہاں ان کے متعلق سابقہ پیشگوئیاں بھی بڑی حد تک انکی راہنمائی کا موجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مامور کیلئے جہاں دیگر مذاہب نے بہت سی پیشگوئیاں کر رکھی ہیں اسلام نے بھی اس کے متعلق بہت سی ایسی خبریں دی ہوئی ہیں جن سے کام لے کر آسانی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آیا اس کا دعویٰ برحق ہے یا نہیں۔ گو روایات میں ایک کثیر حصہ موضوعات کا بھی ہے مگر ایک بڑا حصہ ایسی احادیث کا بھی ہے جنہیں محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ان صحیح روایات کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی مدعی ماموریت اپنے دعوے ماموریت و مہدویت ... میں کہاں تک حق پر ہے۔ اس بارہ میں جس قدر بشارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں وہ سب کی سب تو بیان عدم گنجائش کی وجہ سے نہیں کی جا سکتیں۔ البتہ ان میں سے بعض روایات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جن سے ایک معمولی عقل و سمجھ کا انسان بھی فائدہ اٹھا کر صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ جان سکتا ہے کہ آیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوے مہدویت صحیح ہے۔ اور آیا وہ واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں یا نہیں۔ جو روایات حضرت امام مہدی کے متعلق آتی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے جو حضرت ابو قتادہ رضی سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے

الآیات بعد المائتین

(رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)

کہ علامات و نشانات دو سو سال بعد ظاہر ہوں گے۔ اس کی تشریح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ نے لکھا ہے۔

ویحتمل ان یکون اللام لعہد المائتین بعد الالف وھو وقت ظہور المھدی۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ برحاشیہ ملاؔ مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

کہ المائتین کا لفظ میں جو الف لام آیا ہے۔ اس کے پیش نظر اسکے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ ایک ہزار برس کے بعد دو سو سال گذرنے پر نشانات ظاہر ہونے شروع ہونگے۔ اور یہی امام مہدی کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ یعنی تیرھویں صدی میں علامات ظاہر ہونی شروع ہو جائیں گی۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں اس حدیث کی تشریح میں یہی لکھا ہے۔

علامہ عبد الغفور صاحب النجم الثاقب میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

عن حذیفۃ ابن الیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مضت ا ... ومائتان واربعون سنۃ یبعث اللہ المھدیؑ۔

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب ۱۲۴۰ سال گذر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ امام مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ سو پچھے ایک ہزار دو سے گذرے تین سو سال عیسیٰ ظاہر ہو گیا کہ بسی عادل کمالی وقت گذر گیا آنے والا آگیا اس کے سوا کوئی دوسرا لکھ رانہ ہوا۔ بعد اس کی انتظار میں کرب اضطراب بیہود ہے۔

امام مہدی کی پیدائش۔ خروج کا مقام

مہذب لوگ جانتے ہیں کہ کسی شخص کی تلاش کے لئے چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ ملک و علاقہ۔ مقام رہائش اور اس کا نام ۔ ہیبت پیشہ وغیرہ۔ اگر کسی شخص کی تلاش کرنا منظور ہو تو ان امور کے ساتھ اس کا حلیہ اور صفات بھی جاننی ضروری ہوتی ہیں۔ احادیث میں امام مہدی کے متعلق یہ جملہ امور اسی صفائی سے بیان کئے گئے ہیں ان کے بعد اور کسی بیان کی حاجت ہی باقی نہیں رہتی۔ وقت کا ذکر پہلے گذر چکا ہے

(۱) احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مہدی جسے دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہا گیا ہے۔ دمشق سے مشرقی جانب ظاہر ہونگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲) کہ مسیح موعود دمشق کے مشرقی جانب ظہور فرمائینگے۔ بعض نے دمشق کے شرق سے خود دمشق ہی مراد لے لیا ہے۔ مگر اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ دمشق کے مشرق کی جانب۔ یعنی آنے والا ایسی سمت سے آئیگا جو دمشق سے مشرقی جانب ہوگی۔ وہ مشرق سے آئے گا۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اَوْمَأَ اِلَی الْمَشْرِقِ ۔ ۔ ۔

. . . .

آنحضرت صلعم نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آنے والا ادھر سے کھڑا ہوگا ظاہر ہے کہ دمشق مدینہ کے مشرق میں نہیں بلکہ شمال میں ہے لہٰذا اس سے مراد کوئی ایسا ملک ہی لینا ضروری ہے۔ جو عرب کے مشرق میں واقع ہو اور ہندوستان عرب کے مشرق میں واقع ہے۔ چنانچہ دوسری روایات میں ہندوستان کا ذکر موجود ہے اور بتایا گیا کہ آنیوالے امام مہدی کا وطن ہندوستان ہے حدیث میں آتا ہے:۔

عن انس قال سمعت خلیلی لا تقوم الساعۃ حتی یبعث اللہ تعالیٰ عصابتین حرّم علیھما النار عصابۃ تغزو الھند وھی تکون مع المھدی اسمہ احمد وعصابۃ تکون مع عیسیٰ ابن مریم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (رواہ البخاری فی تاریخہ)

کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دوست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دو جماعتوں کو کھڑا کرے گا ان پر آگ حرام ہوگی۔ ایک گروہ ہند میں امام مہدی کے ساتھ جس کا نام احمد ہوگا جہاد کرے گا۔ اور ایک عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی اسے بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔

... شاید تقسیم ملکی کے بعد کے دو حصوں میں تقسیم ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو ہندوستان میں ہے جس کے پاس حضرت امام مہدی کی ذریت سے اس کا قائم مقام موجود ہے اور وہ مراد وہ ہے جو اس سے باہر ہے اور جس کے حصہ میں حضرت امام جماعت ... آئے ہیں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا۔

کہ "اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔"

(ازالہ اوہام جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

ایک اور روایت میں اس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ معزز زمیندار خاندان سے تعلق رکھتا ہوگا۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجلٌ من وراء النھر یقال لہ الحارث حرّاث رواہ ابو داؤد۔

(مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ صفحہ ۴۷۱)

کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ امام مہدی دریا یا نہر کے ورے سے خروج کرے گا اور وہ معزز زمیندار ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ایسی حالات میں ہوا ہے اور آپ ایک معزز زمیندار خاندان میں سے ہیں۔

آنیوالے امام مہدی کی بستی کا نام

کدعہ یعنی قادیان ہوگا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ ویصدقہ اللہ تعالیٰ ویجمع اصحابہ من اقصی البلاد علی عدۃ اھل بدر بثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر رجلاً ومعہ صحیفۃ مختومۃ (یعنی مطبوعۃ) فیھا عدد اصحابہ باسمائھم وبلادھم وخلالھم (جواہر الاسرار)

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور کدعہ بستی سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دعویٰ کی تصدیق کرے گا اور اس کے پاس دور دور کے ملکوں سے اس کے اصحاب کو جمع کر دے گا جو اہل بدر کی تعداد میں ۳۱۳ مرد ہوں گے۔ اور اس کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں ان کے نام ان کے شہروں کے نام اور ان کی خوبیاں و فضائل درج ہوں گے۔

ان تمام احادیث کو واقعات نے سچا ثابت کر دیا ہے۔ اس لئے ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا یا یوں سمجھئے کہ ان احادیث کے مطابق امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے۔ ورنہ ان تمام احادیث کو رد

کرنے کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب لازم آئے گی۔
ادھر ہمارے سکھوں کے لٹریچر میں آنے والے گرو کے لئے توصاف بٹالہ و قادیان کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔
وخت سہ پائیو قادیاں بج لکھن لیکھ قرآن
(۲۱ پوڑی گرنتھ صاحب)
ایک حدیث میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔
(بخاری مصری جلد۲ صفحہ ۱۶۹)

تمہاری حالت اس وقت کیسی ہوگی جب تم میں ابن مریم کا ظہور ہوگا اور وہ تمہارا امام ہوگا جو تمہیں میں سے ہوگا۔

اس میں گو خطاب صحابہ سے ہے مگر مراد آخری زمانہ کے وہ مسلمان ہیں جو ان کی صحبت کی وجہ سے صحابہ کے مثیل ہیں۔ منکم کے لفظ نے بتا دیا کہ وہ کہیں باہر سے نہ آئے گا۔
ایک دوسری حدیث میں امام مہدی اور مسیح کو ایک ہی وجود قرار دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔ لا المھدی الا عیسیٰ۔ یعنی عیسیٰ اور مہدی ایک ہی وجود ہے۔ نہ کہ دو۔ اس حدیث کی صحت کے متعلق محدثین کو اتفاق ہے۔ پس آنے والا موعود مہدی بھی ہے اور عیسیٰ بھی یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے۔
اسی کے مطابق ایک اور حدیث ہے جس میں یہ آتا ہے کہ یوشک من عاش منکم ان یلقیٰ عیسیٰ بن مریم اماماً مھدیاً وحکماً عدلاً (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)
یعنی قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ رہے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی فیصلہ کرنے والے حکم وعدل سے ملے یعنی آنے والا موعود ہی مسیح بھی ہے اور مہدی بھی۔
حدیث میں آنے والے مہدی کا نام احمد بتایا گیا ہے روایت یہ ہے:۔

عن حذیفۃ قال سمعت رسول اللہ علیہ وسلم وذکر المھدی..... اسمہ احمد وعبد اللہ والمھدی۔
(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۲۸)

حذیفہ رض کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلعم سے مہدی کے نام کے بارہ میں سنا فرمایا اس کا نام احمدؐ اور عبد اللہ اور مہدی ہے۔
بحار الانوار ہی میں حضرت علیؓ کی روایت ہے۔ کہ اس کے دو نام ہوں گے ایک محمدؐ اور دوسرا احمدؐ۔ لوگ محمدؐ نام کو ظاہر کریں گے اور احمدؐ کو چھپا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جا رہا ہے کہ احمدؐ نام کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ مگر قرآن کریم میں بیان شدہ پیشگوئی اسمہٗ احمد اور اس روایت میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ یعنی

آنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی وجہ سے آپ ہی کا نام احمدؐ پائے گا۔
علاوہ ازیں بخاری میں اسرائیلی مسیح کا حلیہ اور آیا ہے۔ اور آنے والے کا حلیہ اور۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ:۔

واراِنی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المقام فاذا رجلٌ آدم کاحسن ما یُریٰ من اُدم الرجال بسط الشعر۔

کہ میں نے کعبہ کے پاس اپنے آپ کو نیند میں دیکھا تو وہاں پر مجھے ایک شخص گندم گوں نظر آیا۔ جو گندم گوں لوگوں میں سے سب سے زیادہ خوبصورت تھا وہ کھلے بالوں والا تھا
اس کے متعلق بہت سی روایات موجود ہیں۔ ان میں جو حلیہ بیان کیا گیا ہے وہ سب ملتا جلتا ہے۔ اور وہ حلیہ باقی حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں پائی جاتی تھیں۔ احادیث میں امام مہدی کے بہت سے نشانات و علامات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے بعض کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ

عن کعب قال یطلع من المشرق قبل خروج المھدی نجم لہ ذنب آخرجہ ابو نعیم (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۰۷)

کہ امام مہدی کے نکلنے سے قبل ایک دمدار ستارہ مشرق سے طلوع کرے گا۔
چنانچہ ایسا ستارہ ۱۸۸۲ء میں طلوع ہوا جو کافی عرصہ تک نکلتا رہا اور اسے ساری دنیا نے دیکھا۔
اس کے علاوہ ایک اور مشہور علامت جو اس کے زمانہ کی تعیین کرتی ہے احادیث صحیحہ میں آئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ

عن محمد بن علی ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر لاوّل لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ ولم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض
(دار قطنی جلد اول صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی)

یعنی حضرت امام باقر محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جو زمین و آسمان کی پیدائش سے اب تک ظاہر نہیں ہوئے۔ ایک تو یہ ہے کہ چاند کو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات اور سورج کو درمیانی رات

کو گرہن ہوگا۔ اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں ایسے نشان کسی مدعی کے وقت میں ظہور کے لئے مقرر نہیں ہوئے اور نہ وہ اس کے لئے نشان ہوئے ہیں۔ امام مہدی کی یہ علامت علاوہ سنیوں شیعوں کی روایات کے دیگر مذاہب میں بھی مذکور ہے۔ اور پھر یہ علامت قرآن کریم میں سورۃ قیامت میں بیان کردہ علامت کے عین مطابق ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ

فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر

سورج اور چاند کا اکٹھا ہونا اسی امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے ورنہ ظاہری طور پر سورج چاند کا اکٹھا ہونا قرآن کریم کی دوسری آیت لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النھار کے خلاف ہے۔ چنانچہ ان پیشگوئیوں کے عین مطابق یہ گرہن ۱۸۹۴ء کے رمضان مبارک میں لگ کر امام مہدی کی صداقت کو ثابت کر گیا۔ اس وقت آپ کے دعویٰ پر تین سال گذر چکے تھے پس تمام مذاہب کی الہامی کتب کے بیان کردہ نشانات حرف بحرف پورے ہو چکے ہیں۔ اس لئے اس کا قبول کرنا لازمی اور مزید انتظار بیکار ہے
آنے والے کی ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ یتزوج ویولد لہٗ (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۸۰) کہ امام مہدی و مسیح شادی کرے گا۔ اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں بالخصوص ایک عظیم الشان بیٹے کے لئے پیشگوئی کی گئی ہے۔ جو اس کی خاص علامت ہے چنانچہ اسی کے مطابق حضرت نعمت اللہ ولی نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ

پسرش یادگار مے بینم

چنانچہ اسی کے مطابق طالمود میں بھی پیشگوئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:۔

"It is also said that He (the messiah) shall die and his kingdom descend to his son and grand son"

(طالمود بائی جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ ۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء)

کہ مسیح کی وفات کے بعد اس کا خاص بیٹا و پوتا یکے بعد دیگرے اسکی روحانی سلطنت کے وارث ہوں گے۔
چنانچہ حضرت امام مہدی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اس کے

مطابق یہ الہام ہوا کہ تجھے ایک خاص عظیم الشان بیٹا دیا جائے گا جس کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کی گئی۔ اور وہ پوری ہو چکی ہے۔ وہ عظیم الشان بیٹا زندہ نشان ہے۔ اور خاص پوتے کے متعلق آپ کو یہ الہام ہوا کہ:۔

انا نبشرک بغلام نافلۃ لک۔
(حقیقۃ الوحی)

آنے والے موعود کے متعلق بخاری میں ایک یہ حدیث بھی آئی ہے کہ

یضع الجزیہ یضع الحرب

کہ وہ ایک وقت تک کے لئے دینی لڑائیوں کو موقوف کر دے گا۔ اور امن و صلح و آشتی و روحانیت کے ذریعہ سے دلوں کو فتح کرے گا۔

احادیث میں امام مہدی کے متعلق بہت سی احادیث علمی و تمدنی، اخلاقی و مذہبی حالات کے انقلاب و بدحالی کے متعلق بیان کی گئی ہیں جن کا بیان اس جگہ موجب تطویل ہے۔ اس جگہ ان میں سے صرف بعض کا ذکر کیا ہے۔ اور وہ ایسے ہیں۔ کہ جو ساری دنیا کے علم میں ہیں۔ اور جن سے آنے والے موعود اور اس کے خاص زمانہ کی تعیین ہو جاتی ہے۔ اور ایک نیک نیت انسان ان سے فائدہ اُٹھا کر اپنی عاقبت کو درست کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بھی دیگر مذاہب کی الہامی کتب میں پیشگوئیاں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔ اور وہ ان کے مطابق آپ کی انتظار میں تھے۔ لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو وہی لوگ سب سے پہلے منکر ہو بیٹھے۔ پس یہ خلاف دستور نہ تھا کہ آنے والے موعود کو تمام لوگ قبول کر لیتے۔ انہوں نے ان تمام علامات کو پورے ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بعض نے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ کہ مقررہ وقت گذر چکا ہے۔ لیکن وہ پھر بھی اس بات کی طرف متوجہ نہ ہوئے کہ وہ اپنے سامنے ظاہر ہونے والے مدعی کے حالات کو دیکھ کر اسے پرکھنے کی کوشش کریں مگر آخر کار دنیا اس طرف طوعاً و کرہاً ضرور آ جائے گی۔

درخواستہائے دعا

(۱) سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ سونگھڑہ مالی پریشانیوں کے ازالہ کے لئے اور نرینہ اولاد کے واسطے دعائی درخواست کرتے ہیں۔
(۲) خاکسار کی اہلیہ صاحبہ ایک عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں مکمل صحت یابی اور جملہ پریشانیوں کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔
(۳) خاکسار کے بڑے بھائی مرزا عطاء الرحمن صاحب کے تا حال اولاد نرینہ نہیں ان کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے (۴) خاکسار کے چھوٹے بھائی مرزا الفضل الرحمن صاحب گیارہ مارچ ۱۹۵۸ء کو کراچی سے محکمانہ ٹریننگ کے سلسلہ میں امریکہ گئے ہیں۔ اُنکی کامیابی اور بابرکت ترقیات کیساتھ بخیریت واپسی کیلئے دردِ دل دعا کی درخواست ہے۔ (خاکسار مرزا مسعود احمد قادیان)

حضرت مسیح موعودؑ اور عشق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم ۔۔۔ گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ انچارج مدراس

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے دو نمایاں پہلو

جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرتے ہیں اور آپ کی تالیفات و تقاریر کو پڑھتے ہیں ۔ تو دو امر نمایاں طور پر ظاہر ہوتے ہیں ۔

اول یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی کی صحت و حقانیت پر حق الیقین تھا ۔ اور اسی بصیرت تام کی وجہ سے آپ پوری تحدی کے ساتھ اپنے دعاوی کو دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے ۔ دنیا کی کوئی طاقت و مخالفت آپ کے اعتقادات و دعاوی میں تزلزل پیدا نہ کر سکی ۔ اور عملاً خدائی تائید و نصرت آپ کے شامل حال تھی ۔ زمینی و آسمانی نشانات ظاہر ہو کر آپ کے دعاوی پر مہر تصدیق ثبت کر رہے تھے ۔ اسی لئے فرمایا ؎

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

دوسرا امر جو نمایاں طور پر آپ کی سیرت میں ہم کو نظر آتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آقا و مطاع حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا اور عشق میں سرشار نظر آتے ہیں ۔ اور یہ عشق و محبت کے ترانے آپ کی منظوم و منثور کلام دونوں میں پائے جاتے ہیں ۔ جس طرح اور شان سے آپ نے آنحضرت صلعم کے کمالات روحانیہ محامد حقہ اور مراتب رفیعہ کا ذکر اپنی تالیفات میں فرمایا ہے ۔ اس کی نظیر شاذ ہی ملے گی ۔

آنحضرت صلعم پر ایمان کامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کے "خاتم النبیین" ہونے پر اپنے ایمان کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ

(الف) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں ۔"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶)

(ب) "ہمارا اعتقاد جو ہم دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالےٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں ۔ جن کے ہاتھوں اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالےٰ تک پہونچ سکتا ہے ۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۷)

آنحضرت صلعم ہی شفیع ہیں

آنحضرت صلعم کے منصب شفاعت و روحانیہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو ۔ ۔ ۔ ۔ نجات یافتہ کون ہے ؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں ۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

زندہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان روحانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

(الف) "اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ جن کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں ۔"

(تریاق القلوب صفحہ ۷)

(ب) "میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلےٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے نشان ظاہر ہو رہے ہیں برکات ظہور میں آ رہے ہیں ۔ غیب کے چشمے کھل رہے ہیں ۔"

(دیکھو زندہ رسول)

(ج) "زندہ رسول ابد الآباد کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جن کے نفوس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا اپنی زندگی کا ثبوت دیتا رہتا ہے ۔"

(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء)

آنحضرت صلعم کا روحانی فیضان

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اعتبار سے "زندہ نبی" ہیں اور آنحضرت صلعم کی روحانی زندگی کا ایک روشن ثبوت اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا وجود گرامی ہے ۔ کیونکہ آپ نے جو کچھ روحانی انوار و برکات پائے ۔ وہ سب آنحضرت صلعم کی پیروی و اطاعت کے طفیل اور برکت سے پائے ہیں ۔ جس کا اقرار خود حضرت مرزا صاحب یوں فرماتے ہیں کہ :-

"یہ شرف مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا ۔"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

اس امر کی تصدیق الہام الٰہی میں یوں کی گئی ہے کہ

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم (تذکرہ)

کہ حضرت مرزا صاحب پر نازل شدہ تمام برکات روحانی آپ کے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہیں ۔ پس آنحضرت صلعم آپ کے بابرکت اُستاد ہیں ۔ اور حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے بابرکت شاگرد ہیں ۔

عشق محمدیؐ

جب یہ ایک حقیقت ہے ۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام روحانی انوار و برکات آنحضرت صلعم کے فیضان و برکت سے حاصل کئے ہیں ۔ تو یہ امر لازمی ہے کہ آپ کے قلب صافی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق ہو ۔ اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی محبت کے متوالے اور عشق کے سرشار تھے ۔ لیجیئے اس "فانی بالرسول" انسان کے "عشق محمدی" کے چند نغمے سنیئے ۔

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہر تار و پود من بسراید بعشق او
از خود تہی و از غم آں دلستاں پُرم
جانم فدا شود برہ دین مصطفےٰ
ایں است کام دل اگر آید میسرم

یعنی خدا تعالےٰ کے بعد میں محمد صلعم کے عشق میں سرشار ہوں ۔ اور اگر اس محبت و عشق کا نام کفر ہے ۔ تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں ۔ میرے جسم کا ہر رگ و ریشہ اس محبوب صلعم کے عشق کے راگ گا رہا ہے ۔ میں اپنے آپ سے خالی اور اس محبوب کے غم سے بھرا ہوا ہوں ۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلعم کے دین کے رستہ میں قربان ہو جائے ۔ خدا کرے کہ یہ مقصد حاصل ہو جائے ۔

ایک اور مقام پر آنحضرت صلعم سے اپنے عشق و محبت کا یوں اظہار کرتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آل محمدؐ است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکان ندائے جمال محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است
ایں آتشم ز آتش مہر محمدی است
ویں آب من ز آب زلال محمدؐ است

کہ میرے جان و دل آنحضرت صلعم کے حسن خداداد پر قربان ہیں اور میں آپ کے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر بھی نثار ہوں میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں نے سنا کہ ہر کون و مکان میں محمد صلعم کے جمال کی ہی ندا آ رہی ہے ۔ یہ علم و عرفان کا چشمہ جو میں مخلوق خدا کو دے رہا ہوں ۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات

روحانی سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ میرے اندر جو عشق الٰہی اور محبت خداوندی کی آگ نظر آتی ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کے روحانی سورج کی ایک تپش ہے اور میرا یہ آبِ حیات آنحضرت صلعم کے پاکیزہ و مصفا پانی سے ہی حاصل شدہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب اپنے عربی کلام میں آنحضرت صلعم کی یوں مدح و ستائش فرماتے ہیں ؎

واصبانی النبی بحسن وجہہ
اری قلبی لہ کالمستھام
وذکر المصطفٰی روح القلب
وصار لمھجتی مثل الطعام

(نور الحق)

کہ آنحضرت صلعم نے اپنے رُخِ انور کے ذریعہ مجھے اپنا فریفتہ اور گرویدہ بنا لیا ہے میں اب اپنے دل کو آپ کے لئے سراسیمہ دیکھتا ہوں۔ آنحضرت صلعم کا ذکر خیر میرے دل کے لئے باعثِ آرام و راحت ہے۔ اور میری روح و جان کے لئے مثل طعام کے ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں
یاحب انک قد دخلت محبۃ
فی مھجتی ومدارکی وجنانی
من ذکر وجھک یاحدیقۃ بھجتی
لم اخل فی لحظ ولا فی آن
جسمی یطیر الیک من شوق علا
یالیت کانت قوۃ الطیران

یعنی اے میرے محبوب صلعم! تیری محبت میری جان، میرے سر اور دماغ میں رچ گئی ہے اے میری خوشی کے باغ! تیرے محبت بھرے چہرے کی یاد سے میں کبھی ایک لحظہ بھی خالی نہیں رہتا۔ تیری محبت کا یہ حال ہے کہ میرا جسم شوق غالب سے تیری طرف اڑا چلا آتا ہے اے کاش مجھ میں اُڑنے کی قوت ہوتی۔

(آئینہ کمالات اسلام)

نیز فرمایا:-
انت الذی شعف الجنان محبۃ
انت الذی کالروح فی جثمانی
انت الذی بودادہ وبحبہ
اُیدت بالالہام والالقاء

اے میرے محبوب صلعم۔ تو وہ ہے۔ جس کی محبت میرے دل کی گہرائی میں بیٹھ گئی ہے تو وہ ہے۔ کہ گویا میری جان کی جان ہے تو وہ ہے جس کی برکت اور مہربانی سے الہام اور القاء الٰہی سے مجھے تائید حاصل ہے۔

اپنے اردو کلام میں حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے فضائل و فیضان روحانی کا یوں ذکر فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آنحضرت صلعم کے لئے غیرت

یہ صرف چند نمونے ہیں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے کلمات طیبات کے جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے دل میں آنحضرت صلعم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور عشق محمدی کا سمندر آپ کے دل میں موجیں مار رہا تھا۔ اور اسی عشق و محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ اپنے محبوب آقا صلعم کی شان میں کلمہ استخفاف کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ خواہ ایسا اعتراض کرنے والا کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ایک طرف آپ نے ان عیسائی پادریوں کو دندان شکن جوابات دے کر جاہد و ساکت کر دیا۔ جنہوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ تو دوسری طرف پنڈت لیکھرام آریہ لیڈر کا سلام تک قبول نہ کیا۔ جو آنحضرت صلعم کو اپنی تحریرات میں گالیاں دیتے تھے اور غیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے"۔

اور تیسری طرف مسلمانوں کے ان عقائد فاسدہ کے خلاف عَلَم جہاد بلند کیا۔ جو آنحضرت صلعم کی شان کو کم کرنے والے تھے۔ جیسے حیاتِ مسیح کا عقیدہ اور چوتھی طرف اپنے ایک مرید ڈاکٹر عبد الحکیم کو اسی بنا پر جماعت سے خارج کر دیا کہ وہ رسالت محمدیہ پر ایمان لانے کی ضرورت کو تسلیم نہ کرنے کا فاسد عقیدہ پیش کرتا تھا۔

الغرض حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی محبت و عشق میں سرشار تھے۔ ہر رنگ میں آپؐ کے مناقب و فضائل کو دنیا کے سامنے پیش کرتے تھے اور مخالفین اسلام کی نکتہ چینیوں اور اعتراضات کے جوابات کے لئے ہر وقت تیار و مستعد رہتے اور اپنی غیرت ایمانی کا بھی اظہار فرماتے تھے۔ پس درود و سلام ہوں اُس پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے غلام مسیح پاک علیہ السلام پر۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود وبارک وسلم!!

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند منتخب اشعار پر

تضمین

(از جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

"کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح"

بڑھ گئے دُنیا میں جب انساں کے اعمالِ قبیح
آئی تب حرکت میں استخلاف کی نصِ صریح
دہریت کی سیف سے مسلم ہے بسمل اور ذبیح
"کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح"

"خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار"

آئی کانوں میں صدا جاء المسیح جاء المسیح
ہر طرف ہے غلغلہ جاء المسیح جاء المسیح
کہتے ہیں سب اولیاء جاء المسیح جاء المسیح
"اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح"

"نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار"

مہدیٔ معہود نے مانگی تھی رب سے جو دعا
شکر للہ وعدۂ موعود بھی پورا ہوا
عندلیبانِ چمن میں ہو رہا ہے تذکرہ
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا

"آئی ہے گلزار سے بادِ صبا مستانہ وار"

یہ خدائے ذو المنن سے امن کا پیغام ہے
جبکہ دنیا میں فساد و جنگ کا کہرام ہے
غیر جا حاصل امال ہو یہ خیالِ خام ہے
اب اسی گلشن میں لوگو راحت آرام ہے

"وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار"

زلزلہ ہو جنگ ہو طوفان ہو یا قحط و وبا
فضلِ رب ہے ساتھ تو انکی ہمیں پروا ہے کیا
آگ برسے یا کہ ظلم و جور ہو ہر جا بپا
گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا

"جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار"

ہے مکمل ہر زمانہ کے لئے اسلام آج
اور یہی ہے باعثِ امن و امانِ عام آج
اس کے در سے ملتے ہیں انعام پر انعام آج
"ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج"

"جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار"

کفر اور الحاد کا دنیا سے مٹ جائیگا راج
دینِ حق کے سر پہ ہوگا فتحِ روحانی کا تاج
خود بجھا ڈالے گا مغرب مادیت کا سراج
"آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج"

"نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار"

چھوڑ کر بیٹھے ہو لوگو اپنی مکیں حیف ہے
دینِ حق رکھتے ہوئے کیسے ہو بے دیں حیف ہے
سر میں رکھتے ہو خرد اور دل ہو سنگیں حیف ہے
تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے

"سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار"

بقایا چندہ سالانہ

احباب جماعت و عہدیداران کی خاص توجہ کے لئے

احباب کو چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی اموماً جلسہ سالانہ سے قبل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جلسہ سالانہ کے ہنگامی اخراجات کے بار کی متحمل صدر انجمن احمدیہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن باوجود اس کے کہ جلسہ سالانہ کو گذرے ہوئے پانچ ماہ ہو گئے ہیں مگر متعدد جماعتیں ایسی ہیں جن کے ذمہ ابھی کافی بقایا ہے۔

اسی لئے عہدیداران کو چاہیئے کہ وہ اپنے بجٹ کا جائزہ لیں اور جن احباب کے ذمہ چندہ جلسہ سالانہ تا حال واجب الادا ہو ان سے جلد از جلد وصول فرما کر مرکز میں بھجوائیں اور کوشش کی جائے کہ آئندہ سال تک کوئی ایسی جماعت اور کوئی ایسا فرد باقی نہ رہے جس نے چندہ جلسہ سالانہ کی سو فی صدی ادائیگی نہ کر دی ہو۔

امید ہے احباب اور عہدیداران جلد از جلد بقایا چندہ جلسہ سالانہ ادا کر کے رضا حاصل فرمائیں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ زندہ خدا کے زندہ کرشموں کا ظہور

از جناب ڈاکٹر سید اعزاز احمد صاحب اورینوی ایم اے۔ ڈی لٹ پروفیسر پٹنہ کالج پٹنہ

مذہب اور فلسفہ میں بنیادی فرق

اگر غور کیجئے تو صاف ظاہر ہوگا کہ مذہب اور فلسفہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ مذہب ایک زندہ اور قادر خدا کا تصور پیش کرتا ہے۔ سارے مذہبوں میں ہمیں ایک خالقِ کائنات کا عقیدہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کا خیال مذہب کی جان ہے۔ جتنا یہ خیال صاف روشن اور قوی ہوگا اتنا ہی مذہب کی زندگی پائدار ہوگی۔ کامل مذہب وہی ہے جس میں خدا تعالیٰ کا تصور واضح اور تسلی بخش ہے۔ جس میں اس کی ذات اور صفات کے متعلق تشفی بخش مدلل اور تسکین و اطمینان پیدا کرنے والے بیانات ملتے ہیں اس کی شرح بہت لانبی ہے لیکن مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وجود مذاہب کا نقطۂ مرکزی ہے اور جیسے جیسے اس کے تصور میں زوال پیدا ہوتا ہے ویسے ویسے مذہبوں میں انحطاط رونما ہوتا ہے۔ مذاہب کی تاریخ کے مطالعہ سے دو اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:—

اوّل یہ کہ انسان کے ذہنی ارتقاء اور تہذیبی ترقی کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق علم بڑھتا گیا ہے۔ یعنی مذاہب عالم میں بھی ارتقاء نظر آتا ہے۔ لیکن ارتقاء کا عمل کائنات اور حیات میں سیدھی لکیر پر نہیں چلتا یہ عمل پیچیدہ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ترقی ہوتی رہتی ہے اور ترقی و تکمیل کا رُخ بدلتا رہتا ہے۔ یہی نقشہ مذاہب کے ارتقاء میں بھی ملتا ہے۔ اسکی وضاحت بعد میں ہوگی۔

دوم یہ کہ مذہبی ارتقاء کی ہر سطح پر عروج کے بعد زوال بھی دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت بدھؑ۔ حضرت عیسیٰؑ وغیرہ انبیاء کے مذہبوں میں ترقی کے بعد تنزل پیدا ہوا اور وہ قومیں جو ان مذہبی نظاموں کے ساتھ وابستہ تھیں وہ بھی پیچھے گر گئیں۔ دراصل اس گراوٹ کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور صفات کا مرکزی عقیدہ کمزور پڑتا جاتا ہے

خلاصہ کلام یہ کہ ارتقائے مذہبی کے میدان میں عروج و زوال اور عملِ تکمیل خدا تعالیٰ کے تصور کے متعلق انسانی رسائی و نارسائی یا انحطاط کے ساتھ وابستہ ہے۔ ظاہر ہے کہ مذہبی تصورات صرف انسانی کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کا تعلق خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت گہرا ہے۔ یوں تو عام حیاتی ارتقاء بھی بہت حد تک جانداروں کی کوشش سے وابستہ نہیں ہوتا بلکہ فیضانِ فطرت سے وابستہ ہوتا ہے۔

کائناتی و حیاتی ارتقاء

ارتقاء کا قانون برحق ہے۔ ہاں قماشِ ارتقاء کے بارے میں نظریوں کا اختلاف ہے۔ اسلام بھی کائناتی اور حیاتی ارتقاء کو تسلیم کرتا ہے گیسوں کے بعد مادہ میں ٹھوس کیفیت پیدا ہوئی۔ اجرام فلکی بنے۔ مٹی اور جمادات میں لاکھوں سال کے بعد ابتدائی حیات کی شکلیں پیدا ہوئیں پہلے نباتاتی اور بعد ازاں حیوانانی۔ ان ابتدائی شکلوں نے آگے اور ترقی کی اور اعلیٰ درجہ کے نباتات اور حیوانات پیدا ہوئے۔ نباتات کی ترقی رک گئی۔ مگر حیوانات کا ارتقاء جاری رہا دودھ پلانے والے جانوروں کا دور آیا اور سب سے آخر میں فطرت نے انسانی نمونہ پیش کیا۔ تخلیقِ آدم کے بعد جسمانی حیثیت سے ارتقاء رک گیا۔ لیکن انسان پیدا ہونے بند نہیں ہوئے بلکہ نسلِ آدم کی کثرت ہونے لگی نیز ارتقاء نے ایک دوسرا رُخ اختیار کر لیا۔ اس نئے رخ کو ماہرینِ علم الحیات مثلاً پروفیسر جولیئن ہکسلی نے سماجی و نفسی (Socio - Psychic) ارتقاء کا نام دیا ہے۔ یعنی آدمی صورتِ آدم پر رہتے ہوئے اجتماعی اور انفرادی طور پر سماجی اور نفسی سمتوں میں ترقی کرتا رہے گا۔ عملِ ارتقاء میں زوال کی منزلیں بھی آتی ہیں۔ کچھ صنفیں (Species) نیچے گرنے لگتی ہیں۔ اور مٹ جاتی ہیں ارتقاء میں چار اہم اثر انداز محرکات ہوتے ہیں۔ فطری انتخاب، بقائے اصلح، بداعت اور روایات،

علم الحیات کے ماہرین کا اب یہ خیال ہے کہ ڈاروِن نے صرف پہلے اور دوسرے محرک کو پیش کر کے نارسائی کا ثبوت دیا۔ دراصل تیسرا اور چوتھا محرک نہایت پر اثر ہیں۔ بداعت (Mutation) سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی صنفوں میں اچانک کوئی ایسا نفر پیدا ہو جاتا ہے جو غیر معمولی خصوصیات رکھتا ہے اور فطرت کی انگلی اٹھ کر یہ بتاتی ہے کہ اب ارتقاء کا رخ اسی نمونہ کے مطابق ہوگا۔ دیر یا سویر یہی غیر معمولی نمونہ دنیا میں کثرت سے پھیل جاتا ہے اور دوسرے نمونے مٹا دئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو نکومتے نوائے ایک امریکی صفِ اول کے سائنسدان کی کتاب "ہیومن ڈسٹینی" یعنی "تقدیر انسانی"

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ عملِ ارتقاء میں یکرنگی کی بجائے نیرنگی ہوتی ہے۔ ارتقاء کے مختلف اور نوع بہ نوع اظہارات ایک ٹھپے یا سانچے کے مطابق نہیں ہوتے ہاں ان میں چند بنیادی محرکات کام کرتے ہوئے ضرور نظر آتے ہیں۔ اور مختلف اسالیب ارتقاء میں کچھ شباہتیں بھی ہوتی ہیں۔

روحانی ارتقاء

یہ تو واضح ہو چکا کہ اب آدمی کا ارتقاء سماجی و نفسی سمتوں میں ہوتا ہے مذہب بھی یہی بتاتا ہے کہ حضرت آدم کے بعد روحانی ارتقاء کا عمل بھی جاری ہوا۔ اور انبیاء کے وجود میں روحانی ارتقاء کی نورانی لکیر صاف بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ حضرت موسیٰ کے بعد یا حضرت ابراہیم کے بعد مومنین میں سے ہر فرد پہلے گذرے ہوئے انبیاء سے بھی روحانی طور پر بلند تھا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مجموعی طور پر عمل بداعت (Mutation) کے ذریعہ انبیاء کے وجود میں روحانی ارتقاء نظر آتا ہے۔ انبیاء کی مثال بدیع افراد یا نابغہ (Genius) کی ہوتی ہے۔ ان کا روحانی نمونہ دنیا میں قائم رکھا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ دوسرے نمونے مٹا دئے جاتے ہیں۔ ارتقاء میں تدریج ہوتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کا روحانی اثر اور مخالفین کا زوال بھی تدریجی ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سلسلۂ انبیاء میں روحانی ارتقاء کا فیضان مجموعی رنگ میں نظر آتا ہے۔ درمیانی کڑیوں میں نشیب و فراز بھی معلوم ہوتا ہے لیکن اس سنہری زنجیر کی تکمیل ہوتی جاتی ہے تا آں کہ سردارِ انبیاء تاجدارِ لولاک حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کامل ہو جاتی ہے اور تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا ظہور ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک کا سہرا بھی اسی لئے آیا کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی یہ تھا کہ بلند ترین ارتقاء کا ظہور ہو اور عملِ ارتقاء کے ذریعہ ایک ایسا کامل وجود پیدا ہو جو خالقِ کائنات اور اس کی صفات کو بہ کمال پہچان لے۔ آنحضرتؐ ہی حاصلِ کائنات ہیں کیونکہ آپؐ ہی کے ذریعہ عرفانِ الٰہی کی اعلیٰ ترین منزل طے ہوئی۔ اور یہی حقیقت معراجِ نبی سے ظاہر ہوتی ہے

روحانی ارتقاء کا ارفع مقام

اب اس اہم صداقت کو ماننا چاہیئے کہ حضرت خاتم النبیین صلعم پر روحانی ارتقاء ختم ہو گیا۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد صرف آپ کا روحانی نمونہ قائم رکھا جائیگا۔ اور دوسرے نمونے تدریجی طور پر حرفِ غلط کی طرح مٹا دئے جائیں گے۔ علمی اور حکمتی لحاظ سے ہر شعبہ اور منزل میں ارتقاء کی آخری کڑی کے صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ اب اسی کڑی کے مطابق اور کڑیاں بنیں گی اور اسی آخری کڑی سے ارتقاء کی دوسری سمت میں ایک نئی سنہری زنجیر بنائی جائے گی۔ مثلاً حیوانوں کے ارتقاء کی آخری کڑی اشرف المخلوقات آدم پیدا کیا گیا۔ لیکن وہ خود ایک نئے صنف اور نئی نسل کی پہلی کڑی بنا۔ ارتقاء کا عمل آدمیت کی سمت میں مڑ گیا۔ اور رفتہ رفتہ نسلِ آدم نے دنیا میں فایق حیثیت اور خاصی کثرت حاصل کر لی۔ آدم آخری آدمی نہیں بلکہ وہ پہلا انسان بنا اور اس کی ذریت پھیلتی گئی۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت کے سلسلۂ ارتقا کی آخری کڑی ہیں۔ آپؐ کی ذات میں روحانیت کی تکمیل ہوئی۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد سلسلۂ نبوت قائم رہے گا۔ لیکن وہ حضور کے منہاج اور نمونے کے مطابق ہوگا۔ اب کوئی نیا سلسلہ نبوت کا شروع نہیں ہوگا۔ بلکہ جو نبی بھی آئیگا وہ ظلی اور امتی ہوگا اور ان ظلی و امتی انبیاء۔ خلفا اور اصفیا کے ذریعہ مجموعی رنگ میں پہلی امتوں کی نسبت روحانیت اور اخلاقِ فاضلہ کا معیار امتِ محمدیہ میں بڑھتا جائیگا اور امتِ محمدیہ کی کثرت ہو جائے گی۔

دوسری ملتیں آہستہ آہستہ ختم ہو جائینگی یا امتِ محمدیہ میں شامل ہو جائیں گی۔ اور اس طرح نوعِ بشر کا سفرِ ارتقاء سردارِ انبیاء محمد مصطفےٰ صلعم کی رہبری میں جاری رہے گا۔ اور آپ ہی بنی آدم کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دئیے جائیں گے۔ اس کامل نبی کے بعد تا قیامت کوئی دوسری شریعت ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اظہار و ابلاغ کا میدان کھلا رہیگا۔ تاکہ اسلام کی تبلیغ کامل عالمگیر صورت میں ہوتی رہے۔ اور انسان اجتماعی رنگ میں فیوض و برکاتِ محمدی کا وارث بن کر اپنے خالق اور رب کو اس طرح پہچان لے کہ اس سے پہلے ممکن ہی نہیں ہو سکا۔ تب ہی انسان خدا تعالےٰ کے نقش کو قبول کر کے بلند ترین نفسی، اخلاقی، سماجی اور روحانی بلندیوں پر پہنچ سکے گا اور اپنے لئے دو جنتیں بنا لیگا۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرات عبد القادر جیلانیؒ۔ سید احمد سرہندی۔ خواجہ معین الدین اجمیری۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ سید احمد بریلوی اور دوسرے صلحاء و شہداء اور صدیق خاتمیتِ محمدی اور فیضانِ احمدی کو ثابت کرنے والے ہیں۔ ان بابرکت وجودوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امتِ محمدیہ میں منہاجِ نبوی پر روحانی ارتقا جاری ہے اور ان ابدال و اقطاب کے طفیل انسانیت کا روحانی ارتقا نمونۂ محمدی کے مطابق پیہم تبلیغِ اسلام کے ذریعہ ہو رہا ہے۔

سراجِ منیر اور ماہِ کامل

اگر مذکورہ بالا بزرگوں سے ارتقاء ثابت ہے تو حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی بعثت سے اس امر کی شہادتِ کامل مل جاتی ہے کہ ارتقائے محمدی بڑی تکمیل کے ساتھ ظلی رنگ میں جاری ہے حضور خاتم النبیین سراجِ منیر یعنی چمکتے ہوئے سورج ہیں تو آپ کے روحانی فرزند چودھویں صدی کے مجدد و مسیح موعود غلام احمد (آقا اور خادم دونوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں) ماہِ کامل ہیں۔ حضور پُرنور محمد عربی صلعم کے نقشِ قدم پر کاروانِ روحانیت چل رہا ہے اور پہلی امتوں سے بہت زیادہ فیوض و برکات حاصل کر رہا ہے۔ امتِ محمدیہ کے افراد صدیقیت سے آگے ظلی نبوت کی بلندیوں پر بھی پہنچ سکتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ امتِ محمدیہ ان روحانی بلندیوں سے محروم کر دی جائے جن تک پہلی امتوں کے افراد پہنچ سکتے تھے؟۔ کیا نبوت کا مقام امتِ محمدی کے سفرِ ارتقا میں نہیں آتا؟ اگر ایسا ہے تو روحانی ارتقاء باطل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سلسلۂ انبیاء اور بعثتِ خاتم النبیین سردارِ انبیاء سے ارتقائے روحانی ثابت ہے۔ قرآن مجید کھلے طور پر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کر دیا۔ یہ غور و فکر کی بات ہے کہ امتِ محمدیہ ان نعمتوں سے کیونکر محروم ہو سکتی ہے جن تک پہلی امتوں کی رسائی تھی۔ اصولاً تو اس خیر الامم کو ان روحانی مقامات پر پہنچنا چاہئیے جن تک کسی پہلی امت کے افراد کی یا مجموعی طور پر پوری امت کی رسائی نہیں ہوئی ورنہ حضرت خاتم النبیین اسوۂ حسنہ، خیر الرسل اور بشرِ کامل ثابت نہیں ہوتے۔ عرصۂ ارتقا میں اگر کوئی بدیع اور فائق نمونہ صنف اور نوع میں پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے ذریعہ ارتقا اسی صورت میں جاری ہو سکتا ہے جب وہ بدیع و جلیل نفر یا ذریت اپنے جیسی نسل چلا سکے۔ ورنہ ارتقا رک جاتا ہے۔ علم الحیات کا یہ مسلمہ مشاہدہ اور مسئلہ ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارا نبی اکمل نہ تو ابتر ہے اور نہ امتِ محمدیہ بانجھ۔ حضور کے ظلی فرزند جو نورِ نبوت کے وارث ہوں پیدا ہوتے ہی رہیں گے اور محمدی ارتقاء کا کارواں بڑھتا ہی رہے گا۔ انشاء اللہ!

آنحضرت صلعم کا فیضانِ نبوت

ہمارے آقا نے تو اپنی امت کے علمائے خیر کیلئے بھی یہ فرمایا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ آپؐ فیضانِ نبوت کے دروازوں کو کھولنے والے ہیں۔ اور اس شان سے کہ پہلے کسی نبی نے نہیں کھولا۔ امتِ محمدیہ کے ظلی اور امتی انبیاء کا مقام آقا کے مقام کی وجہ سے قانونِ ارتقا کے مطابق پہلے دوروں کے انبیاء سے بلند تر رہے گا ؎

تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

امتِ محمدیہ محمدی سانچے میں ڈھلتی ہے اور حضرت خاتم الانبیاء کی روحانی نسل، صلحائے امت، شہدائے امت، صدیقینِ امت اور انبیائے امت پچھلی روحانی منزلوں سے میر کارواں کے ساتھ آگے نکل گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ زندہ خدا کے زندہ کرشموں کا ظہور

حضرت مسیح موعود کا مدلل دعوے ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ خالقِ کائنات ایک زندہ، فعال اور قادر ہستی ہے اور اس نے امتِ محمدیہ کو عبث نہیں پیدا کیا بلکہ اس قادر اور حکیم خدا کی انگلی اٹھ اٹھ کر یہ بتاتی ہے۔ کہ امتِ محمدیہ کے ذریعہ بنی آدم کا ارتقا جاری ہے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعہ کئی جہتوں سے زندہ خدا کے زندہ کرشموں کا ظہور ہوتا رہا اور یہ کرشمے جماعتِ احمدیہ کے ذریعہ تا قیامت جاری رہیں گے۔ کیونکہ امتِ محمدیہ کا ارتقائی سفر اسی جماعت کو درپیش ہے۔ امتِ محمدیہ کا ارتقائی سفر اب اسی سمت ہوگا جس نبی کاملؐ کے بروزِ کامل نے حیاتِ ملت کے رخ کو موڑا ہے۔

مذہب کی جان

میں ابتدا میں عرض کر چکا ہوں کہ مذہب کی جان ہے خالق و ربِ کائنات کا تصور۔ مذہب کی روح یہ ہے کہ انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ ہو۔ اور مکاشفہ و مکالمہ کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ اسلام کے ذریعہ خدا تعالےٰ کی ذات و صفات کا تصور اتنا کامل ہوا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ وحدانیت کا مسئلہ جس پُرزور طور پر اسلام نے پیش کیا کسی اور مذہب نے پیش نہیں کیا۔ اسی طرح خالقیت، ربوبیت، مالکیت، قدوسیت، رحیمیت وغیرہ صفاتِ الٰہیہ کی جیسی تشفی بخش اور غیر متضاد وضاحت اسلام نے کی ویسی کبھی نہیں ہوئی۔ تصور کی جہت سے حضرت محمد صلعم کی یہی افضلیت ہے اور دینِ اسلام کی یہی ارتقائی تکمیل ہے۔ دوسری جہت سے حضرت خاتم الانبیاء کی خاتمیت اس امر میں مضمر ہے کہ آپؐ کے ذریعہ زندہ خدا کے زندہ کرشموں کا ظہور ہوا اور آپؐ کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ اتنا گہرا ہوا کہ آپؐ محبوبیت کے مقام پر پہنچے۔ اور عشقِ الٰہی کی معراج آپؐ کو حاصل ہوئی۔ گویا دونوں جہتوں سے اسلام میں ارتقائے مذہب کا بلند ترین مقام نظر آیا۔ اور کمال بالائے کمال تو یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے زندہ خدا کے زندہ کرشموں کے ظہور کی نہرِ کوثر جاری کر دی۔ غرض خدا تعالےٰ کا تصورِ کامل اور اس تعلق باللہ کی امت میں بقائے کامل اسلام کے بے مثال معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس عظیم معجزے کی تصدیق کی اور ایمان کو تازہ کر دیا۔ مسلمان تصورِ خدا کے متعلق بھی کمزور ہو گئے تھے اور تعلق باللہ بھی نہ رہا تھا۔ بلکہ ایک زہرناک مایوسی پھیل گئی تھی۔ وہ ملت کے احیاء کے بارے میں شدید شک میں مبتلا تھے۔ نیز انہوں نے اپنے یاس زدہ اور چوبِ خشک دل میں یہ سمجھ لیا تھا کہ الہام و کشوف کے دروازے بند ہو چکے۔ اب خدا کی پیاری آواز روح پرور سنائی نہیں دے گی۔ یہ زوال کی کیفیت تھی۔ قوموں کا زوال ہمیشہ خدا تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کے غلط تصور کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے کیونکہ پھر اقوام کی زندگیاں غلط احساسات، غلط جذبات اور غلط اعمال کے سانچے میں ڈھلنے لگتی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے خدا تعالےٰ پر تازہ یقین پیدا کر دیا۔ آپؑ نے دعوےٰ کیا کہ خدا تعالےٰ آج بھی محمد صلعم کے خادموں سے کلام کرتا ہے۔ آپ نے بڑی تحدی سے یہ دعویٰ کیا اور اس کی تائید میں الہام و کشوفِ الٰہیہ کی روشنی میں ایمان پرور پیشگوئیاں کیں۔ اور وہ پیش خبریاں پوری ہوتی رہیں تاکہ ثابت ہو کہ خدا تعالےٰ قادر، عالم الغیب اور زندہ ہے۔ نیز یہ کہ امتِ محمدیہ کے برگزیدہ افراد سے اس کا تعلق دائم ہے۔ اس طرح آپؑ نے امتِ محمدیہ کے سوکھتے ہوئے باغ کی آبیاری کی اور وہ آہستہ آہستہ لہلہانے لگا۔ قرآن اور ایمان کے پانی کی ضرورت تھی اور وہ پانی وقت پر آسمان سے برسا۔ حضرت خاتم الانبیاء نے چودھویں صدی کے مجدد، مہدی اور مسیح محمدی کے بارے میں پیشگوئیاں فرمائی تھیں اور وہ پوری ہوئیں۔ اس طرح حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ حضرت محمد صلعم کا کرشمہ در کرشمہ ظاہر ہوا۔ اللھم صل علی محمد و علی عبدک المسیح الموعود!

حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق صحیح اسلامی عقیدے کو نئے سرے سے زندہ کیا اور غیر اسلامی عناصر کو علیحدہ کر دیا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے عملی تعلق پیدا کرنے پر زور دیا اور خود قربِ الٰہی کی منزلیں طے کیں۔ اور مکالمہ و مکاشفہ سے سرفراز کئے گئے۔ نیز آپؑ نے ایسی جماعت قائم فرمائی جس کے برگزیدہ افراد ان فضائل کے وارث ہوئے اور مجموعی رنگ میں جماعتِ احمدیہ کا اخلاقی اور روحانی مقام بلند ہوا۔ غرض یہ کہ آپ نے تزکیۂ نفس، تعلیمِ کتاب اور تفسیرِ حکمت کر کے اسلام کے زندہ خدا کے زندہ کرشموں کو ظاہر فرمایا۔

آپ نے نظامِ خلافت قائم کیا اور فرمایا کہ اسی سلسلۂ خلافت سے

برکاتِ محمدی میں استمرار، بقا اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ آپؑ نے اسے "قدرتِ ثانیہ" قرار دیا۔ ارتقائے روحانی کے لئے سلسلۂ خلافت حکیمی طور پر قدرتِ ثانیہ ہے بھی۔ ان سارے امور سے دنیا میں امتِ محمدیہ کے ذریعہ ہی خدا کی تازہ تجلی پھر ظاہر ہوئی۔ سلسلۂ خلافت کا انکار اور ظلی نبوت کا انکار دراصل فیضانِ محمدی و برکاتِ احمدی کا انکار اور روحانی ارتقا کے قانون کا انکار ہے۔ نیز یہ خداتعالیٰ کی حکمت، قدرت اور ابدیت کا انکار ہے۔ یہ مذہب اور روحانیت کا انکار ہے۔ اس انکار سے زوالِ ملت کی سیاہ رات اور طویل ہو جاتی ہے۔ اس انکار سے مایوسی، نارسائی اور دہریت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی پیشگوئیاں ملتِ اسلامیہ کے لئے اور امت کی وساطت سے ساری انسانیت کے لئے صبح کا تڑکا ہیں، آواز صور ہیں۔ اس سے مردے زندہ ہوتے ہیں اور ایمان کا سورج طلوع ہوتا ہے آپؑ کا الہام ہے:-

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر محکم افتاد
پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار
خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔
رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔"

"تذکرہ" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزاروں پیشگوئیاں درج ہیں۔ جن میں سے بکثرت پوری ہو چکیں۔ اور پوری ہوتی جاتی ہیں۔ ان سے خداتعالیٰ کی صفات کا صحیح تصور قایم ہوتا ہے۔ یقین و ایمان کامل ہوتے ہیں اور تزکیۂ اخلاق و روح ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ذریعہ زندہ خدا کے زندہ کرشموں کا ظہور ہؤا اور ایمان ثریا سے واپس آیا۔

جماعت کے دوستوں

کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ الودود کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتے رہیں

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ احیاء و تجدیدِ دین

از مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل انچارج کلکتہ

مخبر صادق حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کی روحانی تاریکی کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا "یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء منھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود"

یعنی ایک وقت آئیگا جب کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔ ان کی مسجدیں اگرچہ فنِ تعمیر کا نمونہ ہوں گی مگر رشد و ہدایت سے خالی، ان کے علماء بدترین خلائق ہوں گے۔ اور ہر شر و فساد کے بانی مبانی۔ گویا ان کی روحانی خستہ حالی اس کہاوت کی مصداق ہو گی ع

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اس ہولناک خبر کے پہلو بہ پہلو حضور اکرم صلعم کی طرف سے ایک بشارت عظمیٰ بھی مروی ہے چنانچہ فرمایا "ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا"

یعنی اللہ تعالیٰ اس امت مرحومہ کی حفاظت کے لئے ہر صدی کے شروع میں کم از کم ایک مجدد ضرور ہی برپا کیا کریگا جو دین اسلام کا احیاء اور اس کی تجدید کیا کریگا۔

آنحضرت صلعم کی بیان فرمودہ مذکورہ بالا دونوں قسم کی خبریں چودہ صدیوں کی مدت میں بارہا پوری ہوئیں۔ چنانچہ جب کبھی نیّرِ اسلام گہن آلود ہؤا مجددِ دوراں کا ظہور آ آیا اور اسلام و برادرانِ اسلام میں زندگی کی ایسی روح پھونک دی گئی کہ وہ حیاتِ نو پاکر تازہ دم ہو گئے۔

شدہ شدہ چودھویں صدی کا سر آن پہنچا جبکہ روحانی تیرگی پورے جوبن پر تھی اور سارا زمانہ ظھر الفساد فی البر والبحر کی تصویر بن رہا تھا۔ یہی حالت تھی کہ اچانک چودھویں کا چاند نمودار ہؤا یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام صدہا جبابرہ کے انوق پر بدر کامل بنکر چمکے اور اس تیرہ و تار زمانے میں اسلام کے احیاء و تجدید کا بیڑا اٹھایا۔ اور پھر اس شان کے ساتھ یہ مقدس فریضہ سرانجام دیا کہ اس کا حق ادا کر دیا چنانچہ اس سلسلہ کی چند مثالیں بطور نمونہ مشتے از خروارے اختصار کے ساتھ درج ذیل کی جاتی ہیں

— ۱ —

اہل اللہ کے ظہور اور ہادیانِ صادق کے وجود کی سب سے بڑی غرض خدانمائی ہوتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ تمام بانیانِ مذاہب خواہ وہ کسی زمانہ، کسی قوم اور کسی ملک میں برپا ہوئے ہیں اپنے اپنے ظرف کے مطابق خدانما تھے اور ان کے لائے ہوئے مذاہب بھی خدائی قدرتوں کی تجلی گاہ تھے لیکن مرورِ زمانہ کے باعث وہ افسانوں کے حجاب میں گم اور قصوں اور کہانیوں کے پردوں میں مستور ہو چکے تھے اسی طرح حدیثِ نبوی کے مطابق چودھویں صدی کا اسلام بھی اپنی آب کھو چکا تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں بھی پارینہ داستانوں کے سوا کچھ باقی نہ تھا اور "ان دیکھے خدا کا وجود محض خیالی اور وہمی چیز بن کر رہ گیا تھا

اسی اثناء میں حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہؤا اور آپ کے مندرجہ ذیل الہام کے ذریعہ خدانمائی کا سنگِ بنیاد رکھا گیا

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر
دنیا نے اس کو قبول نہ کیا
لیکن خدا اسے قبول کریگا
اور بڑے زور آور حملوں
سے اس کی سچائی کو ظاہر
کر دے گا۔"

چنانچہ ادھر آپؑ نے دعویٰ کیا ادھر زمانہ بھر آپؑ کا دشمن ہوگیا اپنے پرائے یگانے بیگانے اور مسلم و غیر مسلم حتیٰ کہ حکومتِ وقت بھی برافروختہ ہو گئے اور کھلم کھلا دشمنی پر اتر آئے اور ظاہر ہے کہ جھوٹے کا خدا بھی دشمن ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ہر موقعہ پر تائید فرما کر ثابت کر دیا کہ آپؑ منجانب اللہ تھے۔ دنیا کی طرف سے آسمانی نور کی انہی نئی لعنتوں کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتنی پر درد اور پرزور دعا فرماتے ہیں:-

اے قدیر و خالقِ ارض و سما
اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر
اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پر فسق و شر
گر تو دیداستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن منِ بدکار را
شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار
ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برآر
آتش افشاں بر در و دیوارِ من
دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
ور مرا از بندگانت یافتی
قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ
کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کارکن
اندکے افشائے آں اسرار کن

دنیا کی انہی نئی لعنتوں اور دشمنیوں کے درمیان آپ پھلے پھولے اور نادر و توانا خدا کی گود میں پروان چڑھے اور ہر بدخواہ و بدبین کے ہر حملہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے زور آور حملوں نے اس کی وراء الوراء ذاتِ بابرکات کو ایسا اجاگر کیا کہ گویا دیکھنے والوں نے اسے "حق" دیکھ لیا۔ سچ ہے کہ:-

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

— ۲ —

بعثتِ نبوی کے وقت اہلِ عرب کی زندگی کا ایک پہلو یہ تھا کہ وہ افتراق و انتشار کا شکار تھے۔ وہ اجتماعیت اور تنظیم کے نام سے بدکتے تھے چنانچہ مولانا حالی فرماتے ہیں:-

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

یہی لیل و نہار تھے کہ اسلام آیا اور اس نے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونا شروع کیا اور حکم دیا کہ "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" ایسا ہی حضرت رسول اکرم صلعم نے فرمایا "ید اللہ فوق الجماعۃ" اور "من شذ شذ فی النار" نہ صرف یہی بلکہ نماز باجماعت کی تاکید

کر کے اور اکثر و بیشتر قومی دعائیں سکھا کر اہل اسلام کو اتحاد و تنظیم کا غیر فانی درس دیا۔ چنانچہ جب تک اس پر عملدرآمد رہا ایک عالم کے جان و دل پر مسلمانوں کا سکہ جاری رہا۔ لیکن جب چودھویں صدی میں ان کا اتحاد پارہ پارہ اور ان کا شیرازہ تار تار ہو گیا تو از سر نو ان کی شیرازہ بندی، تنظیم اور وحدت ملی کی داغ بیل ڈالنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کا ظہور ہوا۔ چنانچہ آپؑ اندرونی اور بیرونی مخالفتوں کے باوجود ایک عظیم الشان تنظیم کرنے میں کامیاب ہوئے اور احمدیہ جماعت ایسی منظم جماعت تیار کر ڈالی جس نے اتحاد محکم اور تنظیم کامل کے اعتبار سے قرن اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔ اور آج ایک دنیا گواہ ہے کہ اس جماعت کی متحدہ مساعی اور تنظیمی جد و جہد نے مذہبی مسابقت کی کایا پلٹ دی ہے اور دین اسلام جو کل تک اغیار کی نظروں میں ایک صید زبوں کا حکم رکھتا تھا آج شیر نر کی طرح دہاڑ رہا ہے اور للکار رہا ہے کہ "ھل من مبارز"

— ۳ —

دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تمام بانیان مذاہب کی عزت و حرمت کو قائم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے "لا نفرق بین احد من رسلہ" یہ رواداری اور فراخ حوصلگی صرف اور صرف اسلام ہی کا حصہ ہے اور دوسرے تمام مذاہب اس قابل رشک خوبی سے بے بہرہ ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اہل اسلام اپنی اس مایہ ناز امتیازی اسلامی خوبی پر فخر کرتے مگر وائے تقدیر کہ وہ غیروں کی دیکھا دیکھی اپنے سوا سب کو دا غدار یقین کرنے لگے حالانکہ ؎

حسن اپنا ہی نظر آیا تو کیا آیا نظر
غیر کا حسن جو دیکھے وہ نظر پیدا کر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور آپؑ نے اس اسلامی بلند خیالی اور حق پروری پر ایسا زور دیا کہ گو ابتدا میں اسلام کے "اجارہ داروں" نے آپؑ کو اس اظہار خیال کی بناء پر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا مگر آہستہ آہستہ سب رام ہو گئے اور اپنے تو اپنے پرائے بھی اس حسن عقیدہ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اسے تحریر و تقریر میں اپنانے لگے۔

— ۴ —

اسلام کے نقطۂ نگاہ سے ہر نبی و رسول پاکیزگی کا مجسمہ ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ نہیں ہو سکتا اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض قومیں اپنے بزرگوں کی نادان دوست ثابت ہوئی ہیں اور انہوں نے ایسی ایسی بے سر و پا خرافات تسلیم کر لی ہیں کہ ان کے پیش نظر ان بزرگوں کا نبی و رسول ہونا تو کجا معمولی شریف آدمی ثابت ہونا بھی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر اور بے سوچے سمجھے اسرائیلیات کو اپنا کر عام مسلمان بھی کئی عظیم الشان انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں ارتکاب صغائر و کبائر کا اقرار کر رہے تھے مثلاً یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو تین مرتبہ جھوٹ بولا یا حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے بدکاری پر آمادہ ہو گئے (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ سب خرافات واہیہ ہیں اور سراسر خلاف اسلام۔ اور ان پاکباز بزرگوں کا دامن ایسے اتہاموں سے پاک ہے

ان حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا۔ آپ نے فرمایا:—

ہر نبی زندہ شد بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

گویا آپؑ نے ہر نبی کی پاکیزہ زندگی، عصمت تابی اور پاک دامنی کے عقیدہ کو ایک نئی اور تازہ زندگی بخشی۔ آپؑ نے فرمایا:—

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

— ۵ —

حضرت شیخ اکبرؒ نے فرمایا ہے کہ جس طرح انسانی جسم بغیر غذا کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح انسانی روح بھی اپنی بقا کے لئے غذا کی محتاج ہے اور اس غذا کا نام ہے "کلام الٰہی" لہٰذا کلام الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ جاری ہے ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:—

دیدار گر نہیں ہے گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

باینہمہ موجودہ زمانہ میں عام مسلمانوں کا خیال تھا کہ الہام الٰہی کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اب کسی کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف نصیب نہیں ہو سکتا۔ عام مسلمانوں کے علاوہ خشک فلسفی بھی الہام کا مذاق اڑاتے تھے کیونکہ وہ اس کوچہ سے آشنا نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:—

فلسفی کو منکر حنانہ است
از حواس انبیاء بیگانہ است

بہر حال اس سلسلہ میں کوئی صاحب حال ہی دو ٹوک فیصلہ دے سکتا تھا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی اور اپنے صدہا تازہ بتازہ الہامات پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ فرمایا:—

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

— ۶ —

اسلام کے قیام کی سب سے بڑی غرض یہ تھی کہ شرک خفی و جلی کی بیخ کنی کی جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے نہایت ہی ناسازگار حالات میں توحید کا علم بلند کیا اور ہر قسم کے شرک و بدعت کا استیصال فرمایا مگر وائے افسوس کہ موجودہ زمانہ میں خود مسلمان کہلانے والے شرک خفی و جلی میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ گو انہوں نے منہ سے حضرت مسیح ناصریؑ کو خدا نہ کہا لیکن خدائی کی ساری صفات ان کے حوالہ کر دیں۔ مثلاً احیائے موتیٰ شفاء مرضیٰ۔ خلق طیر اور علم غیب وغیرہ جملہ خدائی کام ان کے عقیدہ کی رو سے مسیح ناصری علیہ السلام سے صادر ہوتے تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح ناصریؑ دو ہزار سال سے جسم خاکی سمیت چرخ چہارم پر حوادث زمانہ سے محفوظ الی الآن کالکان زندہ موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ عقاید تثلیث اور شرک کے عیسائی پجاریوں کے عقیدہ الوہیت مسیح ابن مریم کے لئے گویا قیمتی کھاد تھے۔ اور عیسائی پادری سادہ لوح مسلمانوں کو آسانی کے ساتھ اپنے دام تزویر میں پھنسانے میں کامیاب ہو رہے تھے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند
دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

نیز جذبہ غیرت اسلامی سے متاثر ہو کر اور اہل اسلام کی غیرت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند
مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

یہی جذبہ تھا جس کے نتیجہ میں آپؑ عمر بھر شب و روز وفات مسیح ناصریؑ کے مسئلہ کو کھول کرتے رہے اور آخر کار قرآن و حدیث کے آسمانی پانیوں میں بار بار کھرل کرنے کے نتیجہ میں آپؑ نے ایک ایسا تریاق تیار کر لیا جس نے مسلمانوں کے ماؤف دلوں سے اس فاسد عقیدہ کی سمیت کو دور کر دیا اور رائے عامہ ایسی بدلی کہ اب یہ حال ہے کہ کوئی گیا گذرا مسلمان بھی مسیح ناصریؑ کو بجسدہ العنصری زندہ کہتے ہوئے محجوب سا ہو جاتا ہے۔

— ۷ —

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے۔ جسمانی امراض کا جسمانی اور روحانی امراض کا روحانی۔ لیکن بدقسمتی سے موجودہ دور کے مسلمان یہ یقین کرنے لگے تھے کہ حضرت رسول اکرم صلعم کے بعد ہر قسم کے مفاسد برپا ہو سکتے ہیں بلکہ خوفناک روحانی وبائیں بھی نمودار ہو سکتی ہیں جن کی ہلاکت آفرینی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان کے ازالہ کے لئے تریاق نایاب ہے اور روحانی معالج عنقا۔ ان کے خیال میں خواہ کیسی ہی ضرورت حقہ پیش آجائے آئندہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت نے اس گھناؤنے عقیدہ کی بنیادیں ہلا دیں۔ چنانچہ آپؑ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلعم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے آپؐ کے آنے سے خدائی برکتوں اور الٰہی نعمتوں کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کیونکر جائز ہے کہ طاغوتی طاقتوں کو تو کھلا چھوڑ دیا جائے مگر ان کا مقابلہ کرنے والی روحانی شخصیات بارزہ کی در بندی کر دی جائے۔

حضرت رسول مقبول صلعم کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اس لئے جب جب ضرورت ہو گی آپؐ کی غلامی میں نعمت نبوت پانے والے ہمیشہ آتے رہیں گے۔ تا اللہ تعالیٰ پر یہ الزام نہ آئے کہ اس نے بیماری تو پیدا کی مگر علاج کا انتظام نہ کیا!

پس اگر امت محمدیہ کے لئے یہ مقدر تھا کہ وہ شیاطین و ابالسہ کی تختۂ مشق بنے تو یہ بھی اس کی قسمت میں یقینی تھا کہ نبوت و رسالت کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ مند ہو اور طاغوتی سحر و طلسم کے تسکر کو دور کرنے کے لئے وہ آسمانی پانی پائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ دونو تقدیریں اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور جونہی اسلام کا منور چہرہ ابلیسی گرد و غبار سے دھندلا ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق آسمان سے پانی برسا کر اس گرد و غبار کو دھو دیا اور قادیان کی مقدس بستی سے یہ آواز بلند ہوئی ؎

میں ہوں وہ پانی جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

اللھم صل علیہ وعلیٰ مطاعہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور کسر صلیب

از مکرم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت ربوہ

آسمانی ادب اپنے جلو میں استعارات و مجازات کی ایک دلربا بہار لاتا ہے۔ جس سے فصاحت و بلاغت کا چمن نوسر سبز ہوتا غنچے کھلتے اور کلیاں مسکرا اُٹھتی ہیں۔ مگر کور ذوقی کے تاریک پردے پر خزاں رقص کرنا شروع کر دیتی ہے۔

فصحائے عرب و عجم کے سرتاج اور اقلیم سخن کے شہنشاہ حضرت رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق یہ پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ وہ صلیب کو پارہ پارہ کر دے گا "یکسر الصلیب" وہ جنہیں ذہن رسا اور طبع سلیم عطا نہیں ہوئے۔ آج تک یہ تصور جمائے بیٹھے ہیں کہ مسیح محمدی مادی صلیبوں کے توڑنے کا کوئی عالمگیر منصوبہ تیار کر کے لائے گا۔ لوگ سائنس کی فضاؤں میں محو پرواز ہوں گے اور وہ عیسائی ممالک کے گرجوں سکولوں کالجوں اور ایوانوں کی پیشانی سے صلیب کا نشان مٹانے کی مہم میں مصروف ہوگا!! اور بالآخر جب ریڈیو پر اعلان ہوگا کہ لکڑی کی صلیبیں دنیا کے پردے سے غائب ہو گئی ہیں تو یہ "خوفناک" خبر سنتے ہی تمام بڑی بڑی طاقتیں دہشت زدہ ہو کر آن واحد میں مسلمان ہو جائیں گی۔ اور دنیا کے شرق و غرب "لا الٰہ" کے نغموں سے گونج اٹھیں گے ؎

پاپوش سے ہے ٹانکی کرن آفتاب کی
جوبات کی خدا کی قسم لاجواب کی

"یکسر الصلیب" کے پر حکمت فقرے کی یہ انوکھی تعبیر مضحکات کے طائفے کی زینت تو بن سکتی ہے مگر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اسے منسوب کرنے کی جرأت کسی غیور مسلم کو ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ محض اس غرض کے لئے دو ہزار برس تک کسی شخص کو آسمان پر بٹھا رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس سے غلبہ اسلام ہی کا کوئی تعلق ہے اگر یہ نسخہ ایسا ہی کارگر ہوتا تو مسلمان اپنے ہزار سالہ دور حکومت میں کوئی لکڑی کی صلیب قائم نہ رہنے دیتے۔ مگر تاریخ اسلام شاہد ناطق ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ لکڑی کی صلیب ہی کی نہیں گرجاگھروں کی بھی حفاظت کی ہے۔ پس یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مدعا نہیں ہو سکتا۔ پھر اس حدیث نبوی کا اصل مفہوم کیا ہے؟؟؟

مشہور علمائے اسلام حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی، حضرت ملا علی قاری اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اکابر امت نے لکھا ہے کہ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ مسیح محمدی دلائل و براہین کے ذریعہ سے عیسائی مذہب کا ابطال کرے گا۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۵۱ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۱ مجمع الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ نووی شرح مسلم مجتبائی صفحہ ۲۷)

صحیح بخاری کے شہرہ آفاق شارح حضرت علامہ بدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تو خدا تعالیٰ سے خبر پا کر یہ بھی انکشاف فرمایا ہے کہ:۔

"فتح لی ھھنا معنیٰ من الفیض الاقدسی وھو ان المراد من کسر الصلیب اظہار کذب النصاریٰ حیث ادعوا ان الیہود صلبوا عیسیٰ علیہ السلام علی خشب"

(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۵۸۴ مطبوعہ مصر)

یعنی خدا تعالیٰ نے مجھے کسر صلیب کے معنی یہ بتائے ہیں کہ مسیح موعود عیسائیوں کے اس دجل و فریب کی خوب قلعی کھولے گا کہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر مار دیا ہے۔ بالفاظ دیگر آخری زمانے کا موعود حضرت مسیحؑ کی صلیبی موت کے متعلق عیسائی نظریہ کو سر تا پا غلط اور محض بے بنیاد قصہ و افسانہ ثابت کر دکھائے گا اور بتائے گا کہ صلیب ٹوٹ گئی اور مسیح زندہ رہے اور اس طرح صلیب کی دھجیاں فضائے عالم میں بکھر جائیں گی۔

اس لطیف تشریح کی روشنی میں جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صلیب شکن کارناموں پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو عقل و خرد ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے اور زبان بے ساختہ پکار اٹھتی ہے ؎

نہ تیرے حسن کی حد ہے نہ میری حیرت کی
تحیرات ہی گم ہو کے رہ گیا ہوں میں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ جب آج سے پون صدی پیشتر "کاسر صلیب" کی حیثیت سے میدان جہاد میں نبرد آزما ہوئے تو پادری برطانوی حکومت کے گھوڑے پر رقص کر رہے تھے۔ اور اہل حق کی سراسیمگی اور اضطراب کا یہ عالم تھا کہ مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کے بیان کے مطابق "دیوبند کے ایک بڑے میاں نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں تہجد سے فارغ ہو کر انگریزوں کے لئے بددعا کرتا ہوں مگر بددعا سے پیشتر سارے مکان اور دیواروں پر نظر ڈال لیتا ہوں کہ کوئی اجنبی شخص تو یہاں موجود نہیں"۔ (علمائے حق اور ان کے کارنامے صفحہ ۹۱) اس کے مقابل حضرت مسیح موعودؑ نے بارگاہ احدیت میں آواز بلند یہ آہ و زاری کی :۔

یارب خذھم مثل اخذک مفسداً
قد افسد الآفاق طول زمانھم

حلت بارض المسلمین جنودھم
فسرت عوائلھم الیٰ نسوانھم

یارب احمد یا الٰہ محمد
اعصم عبادک من سموم دخانھم

کسّر زجاجتھم الّتی بالصفا
واعصم عبادک من سموم دخانھم

سبّوا نبیک بالعناد وکذّبوا
خیر الوریٰ انظر الیٰ عدوانھم

یارب ارنی یوم کسر صلیبھم
یارب سلطنی علیٰ دیوانھم

اے خدا تو ان کو پکڑ جیسے کہ تو ایک مفسد کو پکڑتا ہے۔ ان کے طول زمانہ نے دنیا ویران کر دی ہے ان کے لشکر مسلمانوں کی سرزمین میں اتر آئے اور ان کی بلائیں مسلم خواتین میں سرایت کر گئیں۔ اے احمدؐ کے رب اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ! اپنے بندوں کو ان کے زہریلے دھوئیں سے بچا لے اور پتھر سے ان کے شیش محل توڑ پھوڑ دے انہوں نے تیرے مقدس نبی کو عناد کی وجہ سے گالیاں دیں اور دنیا کے سردار کی تکذیب کی۔ پس تو ان کی دشمنی کو دیکھ! اے میرے رب مجھے وہ دن دکھا جب ان کی صلیب پاش پاش ہوگی اور مجھے ان کے سر بفلک ایوانوں کی دیواروں پر قابض و مسلط فرما دے"۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف اسی دعا پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ نے تمام مسیحی ممالک کو شیر نیستاں کی طرح للکارا اور دعوت دی کہ وہ صلیب پرستی کو چھوڑ کر خدائے واحد کے آستانہ پر جھک جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ جرأت و لب الت و جانبازی دیکھ کر برصغیر ہند و پاکستان کے علماء عش عش کر اٹھے۔ چنانچہ مشہور صوفی سجادہ نشین بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خدائے عز و جل گذرانند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن شریف می کنند یا دیگر شغل می نمایند و بر حمایت اسلام و دین چنان کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زمان لندن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است و بادشاہ روس و فرانس وغیر ہمارا ہم دعوت اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او در ینست کہ عقیدہ تثلیث و صلیب کہ سراسر کفر است بگذارند و بتوحید خداوند بگروند"

(اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

یعنی حضرت مرزا صاحب ہر وقت عبادت خداوندی یا تلاوت میں مصروف رہتے اور دین اسلام کی حمایت میں کمربستہ رہتے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے ملکہ انگلستان کو اور روس اور فرانس وغیرہ کے بادشاہوں کو بھی اسلام کی دعوت دے رکھی ہے اور ان کی تمام کوششیں اس امر پر مرکوز ہو گئی ہیں کہ وہ "تثلیث و صلیب" کے کافرانہ عقیدہ کو چھوڑ کر توحید حقیقی سے وابستہ ہو جائیں۔

اُس زمانہ میں جبکہ مغربی طاقتیں پوری قوت سے مشرقی دنیا کو اپنے پنجۂ استبداد میں لئے ہوئے تھیں اور ہر جگہ بالخصوص ہندوستان میں انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، امریکہ، کینیڈا، جرمن، ڈنمارک، آسٹریلیا اور دوسرے یورپین ممالک کے سینکڑوں پروٹسٹنٹ اور کیتھولک مشن پوری قوت سے تثلیث کی منادی کرتے تھے یہ وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ خود مغربی ممالک کے گوشہ گوشہ سے علم اسلام بلند ہونا شروع ہو جائے گا۔ لیکن وہ خدا جس نے آپ کو برپا کیا تھا اس نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اس معرکہ میں آپ کو نمایاں فتح بخشے گا۔ چنانچہ آپ نے صلیبیوں کے خطرناک منصوبوں اور سازشوں کی ناکامی کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میں صلیب کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں میں آسمان سے اترا ہوں اُن پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور اُن کے ہاتھ میں بڑے گرز ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں"۔

"چونکہ یہ عاجز راستی اور سچائی کے ساتھ خدا کی طرف سے آیا ہے اس لئے تم صداقت کے

"نشان ہر ایک طرف سے پاؤ گے
وہ وقت دور نہیں بلکہ بہت
قریب ہے کہ جب تم فرشتوں
کی فوجیں آسمان سے اترتی اور
ایشیاء اور یورپ اور امریکہ
کے دلوں پر نازل ہوتی دیکھو
گے۔" (فتح اسلام)

چنانچہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ آج نصف صدی گذرنے کے بعد بساط عالم بکسر پلٹ چکی ہے اب خود مغربی ممالک میں حضرت مسیح موعود کے لٹریچر اور اپنا پیشہ خدام کی مجاہدانہ مساعی کے نتیجہ میں دنیائے مغرب برق رفتاری سے اسلام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جہاں اسلام کا لفظ تک سننا گوارا نہیں کیا جاتا تھا وہاں اسے سنجیدگی سے مطالعہ کرنے والوں اسے ماننے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جس کا تازہ ترین ثبوت اطالوی مستشرق پروفیسر گبلیری کی جدید تالیف (An Interpretation of Islam) ہے جو اطالوی زبان سے انگریزی میں منتقل ہو کر امریکہ سے شائع ہوئی ہے۔ یہ وہی امریکہ ہے جس کے ساحل پر جب آج سے انتالیس برس پیشتر امریکہ کے پہلے مسلم مشنری اور حضرت مسیح موعودؑ کے قدیم ترین صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ۔ نور اللہ مرقدہ نے قدم رکھا تو اس نے محض اسلامک آئیڈیالوجی سے مخالفت کی وجہ سے اُن کے داخلہ پر پابندی عائد کر دی مگر اب ۱۹۱۹ء کا امریکہ نہیں ۱۹۵۸ء کا امریکہ ہے۔ جس میں (پاکستان میں امریکی سفارت خانہ کے ترجمان پالنور ما ۲۲ مارچ ۱۹۵۲ء) کے مطابق) مبلغین احمدیت کی کوششوں سے ایک ہزار امریکن حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہے۔ امریکہ میں اسلام کا نفوذ و اقتدار یہاں تک بڑھ چکا ہے کہ پچھلے سال امریکہ کے طول و عرض میں سرکاری سطح پر پورے جوش و خروش سے یوم اسلام منایا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے مشن میں اس سے بڑھ کر یہ کامیابی نصیب ہوئی ہے کہ عیسائیت کے علمبردار ایک طویل کشمکش کے بعد ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ اور نظریاتی جنگ میں خود اپنے ہاتھ سے اپنی شکست پر دستخط کر چکے ہیں۔ یہ امر بادی النظر میں ممکن ہے محض مبالغہ قرار پائے۔ مگر ذرا باریک نظری سے دیکھا جائے تو حضرت مسیح موعود کی شاندار فتح کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت ایمان افزا نظارہ ہے جس کا نقشہ کھینچنا قلم کے بس کی بات نہیں۔ تاہم محض اس کا سطحی تصور دلانے کے لئے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کسر صلیب کے لئے بنیادی حیثیت سے تین اہم انقلابی نظریئے پیش فرمائے تھے:

اول۔ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔

دوم۔ وہ صلیب سے زندہ اترنے کے بعد آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ اپنے ملک سے ہجرت کر کے کشمیر تشریف لائے۔ اور عمر طبعی سے فوت ہوئے۔

سوم۔ آپ کا مزار مبارک سرینگر کے محلہ خانیار میں ہے۔

اور یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی دنیا سے ان تینوں نظریات کی تائید میں مسلسل اور پیہم آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔

جہاں تک حضرت مسیحؑ کے صلیب پر فوت نہ ہونے کے نظریہ کا تعلق ہے۔ جرمن سائنسدانوں کے اس انکشاف نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا ہے کہ حضرت مسیح کا وہ بیز ارسالہ کفن اٹلی کے شہر ٹورن سے برآمد ہو گیا ہے جسے دیکھ کر فن تصویر کشی کی مدد سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ سکنڈے نیویا کے اخبار (Stockholm Tidning) نے اپنی ۲ اپریل ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں اس سائنٹیفک تحقیق کو پہلی مرتبہ منظر عام پر لاتے ہوئے لکھا ہے کہ سائنسدانوں نے اپنی تحقیق سے پوپ کو مطلع کر دیا ہے مگر پوپ اب تک خاموش ہے۔ کیونکہ اس تحقیق سے کیتھولک کی مذہبی تاریخ سے نقاب الٹ گئی ہے۔ اور حقیقت عریاں ہو کر سامنے آگئی ہے۔

پھر صلیب سے زندہ اترنے کے بعد مسیح کی زندگی کے اوراق گمشدہ ہو چکے تھے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "مسیح ہندوستان میں" کے ذریعہ سے ثابت کر دکھایا کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے۔ بلکہ صحتیاب ہونے کے بعد خفیہ طور پر یروشلم سے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں افغانستان کے رستہ سے کشمیر تشریف لائے۔ اور یہیں ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ دنیا نے حضرت کے اس نظریہ کا ابتداء میں خوب کھل کر مذاق اُڑایا۔ مگر اس کے بعد مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر کے متعلق شواہد کا ایک ہجوم ہو گیا۔

یہاں یہ دلچسپ لطیفہ قابل ذکر ہے کہ مولانا ابو العطاء صاحب فاضل نے ایک دفعہ بتایا کہ آپ فلسطین دار التبلیغ میں بعض علماء و مشائخ سے مذہبی مبادلہ خیالات فرما رہے تھے کہ ایک جید عالم نے بڑی حیرت و استعجاب سے پوچھا کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ نظریہ ہماری عقل و فہم سے بالا ہے۔ کہ ایک ایسے زمانے میں جبکہ رسل و رسائل کے ذرائع یکسر مفقود تھے حضرت مسیح کس طرح یروشلم سے کشمیر پہنچ گئے۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے جواب دینے کا ابھی قصد ہی کیا تھا کہ ایک احمدی دوست جنہیں جماعت میں شامل ہوئے ابھی چند راہ ہوئے تھے اور بظاہر معمولی تعلیم رکھتے تھے بے ساختہ کہنے لگے کہ حضرت! آپ حضرت مسیح کے سفر کشمیر کو ناممکن قرار دیتے ہیں مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح کشمیر کی بجائے آسمان کی طرف چلے گئے تھے کیا کشمیر آسمان سے بھی دور ہے؟ اس برجستہ جواب پر پوری مجلس پر سناٹا چھا گیا

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ نظریہ پر مسیحی منادوں ہی نے نہیں مسلم علماء نے بھی تنقیدی نشتر چلائے۔ لیکن قدرت خداوندی ملاحظہ ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اس اعلان پر ابھی چند سال ہی گذرے تھے کہ سکندریہ کے آثار قدیمہ سے حضرت مسیح ناصریؑ کے نام اسیری فرقہ کے صعونیا کا ایک خط برآمد ہوا جس میں صاف صاف یہ ذکر تھا کہ حضرت مسیح صلیب سے زندہ اتار لئے گئے اور اسیری فرقہ کے لوگوں نے ان کے بچانے اور علاج معالجہ کی ہر ممکن کوشش کی اور وہ بالآخر شفا یاب ہونے کے بعد ایک طویل سفر پر روانہ ہو گئے مگر شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ یسوع بادلوں میں اٹھائے گئے اور آسمان پر چلے گئے۔ اس خط کا ترجمہ انڈو امریکن بک کمپنی شکاگو نے ۱۹۰۷ء میں The Crucifixion (by an eyewitness) کے نام سے شائع کر دیا تھا۔

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح رومی سراغرسانوں کے تعاقب کے خوف سے یروشلم کو چھوڑ کر ایک دور دراز ملک کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور لوگوں نے حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھ جانے کی افواہ مشہور کر دی۔ مسیح کے شاگردوں نے اس افواہ کو خالص خدائی تصرف سمجھتے ہوئے سکوت اختیار کیا۔ لیکن جب کچھ زمانہ گذر گیا تو بعد میں آنے والے عیسائیوں نے حضرت مسیح کو سچ مچ آسمان پر چڑھا دیا حالانکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کے ایک مطالبہ کے جواب میں صاف کہہ دیا تھا کہ "آسمان پر کوئی نہیں چڑھا۔ سوا اس کے جو آسمان سے اترا یعنی ابن آدم جو آسمان میں ہے۔" (یوحنا باب ۳ آیت ۱۳)

اس فیصلہ کن اعلان کے باوجود عیسائیت کے علمبرداروں نے کمال دیدہ دلیری اور بے باکی سے موعود مسیح کے عقیدہ کی وسیع پیمانہ پر اشاعت شروع کر دی اور بعد از گری کا انتہائی مظاہرہ یہ کیا کہ انجیل کے اوراق میں بھی اس کے "جراثیم" داخل کر دیئے۔ یہ دجل و فریب پورے زوروں پر تھا کہ حضرت مسیح موعود صلیب شکن فرشتوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے۔ اور حضرت نے یہ سازش بے نقاب کر دی دوسری طرف آپ کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتوں نے ۱۹۲۹ء میں امریکہ کے مسیحی محققین کو تحریک کی کہ وہ بائیبل پر نظر ثانی کر کے اس کے الحاقی اور مخدوش حصہ کو چھان پھٹک کر الگ کر دیں۔ چنانچہ مذہبی تعلیمات کی بین الاقوامی مسیحی جمعیت کی طرف سے چالیس عظیم شخصیتوں کی درخواست پر امریکہ میں ایک سٹینڈرڈ بائیبل سوسائیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے زیر اہتمام بائیبل کے چوٹی کے محققین اور فضلاء نے سالہا سال کی محنت شاقہ عرقریزی اور قدیم ترین نسخوں کے مطالعہ کے بعد حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کے متعلق آیات کو الحاقی قرار دیتے ہوئے ان کو بائیبل کے متن سے خارج کر دیا۔ بائیبل کا یہ مستند ترین نسخہ حال ہی میں نیویارک کی مشہور کتاب ایجنسی تھامس نیلسن اینڈ سنز نے شائع کیا ہے۔ اور ربوہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

یہ تو خدائی فرشتوں کا امریکہ میں نزول تھا۔ انگلینڈ جس نے ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں صلیبی عقیدے کی اشاعت میں تمام مغربی ممالک سے بڑھ کر اہم ترین پارٹ ادا کیا ہے وہ بھی اس خدائی تصرف سے خالی نہیں رہا۔ چنانچہ اس تثلیث کدہ سے انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا کے تازہ ایڈیشن میں دوما کے غاروں سے برآمد ہونے والی حضرت مسیح کی تین تصویریں شائع ہوئی ہیں۔ جن میں ایک بڑا عصا بھی تھی جس نے پوری طرح واضح کر دیا کہ حضرت مسیح کے عالم شباب میں آسمان پر چڑھ جانے کا قصہ بالکل غلط ہے یقیناً مسیح ناصری نے عمر طبعی پائی ہے اور اسی دنیا میں اپنی زندگی کے آخری دن بسر کئے۔ ابھی نہیں دو تین سال ہوئے اختلافات بلا مذہب کے موضوع پر لنڈن کے بی بی سی ریڈیو سے اپر ڈین یونیورسٹی کی نفسیات کی ایک لیکچرار نے اپنی نشری تقریر میں یہ بھی کہا کہ:-

"حضرت مسیح واقعی ایک ایسے انسان
گذرے ہیں جو یہودی یولس میں وعظ
کرتے تھے۔ لیکن یہ سب ڈھکوسلہ
ہے کہ وہ خدا اور کنواری ماں کے
بیٹے ہیں یا وہ وفات کے بعد زندہ
آسمان پر اُٹھ گئے۔"

(نوائے وقت ۲۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

اللہ اللہ خدا کا مسیح موعود یہ پیشگوئی فرماتا ہے کہ "ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدے کو چھوڑ دیں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵) لیکن تیسری صدی نہیں ابھی پون صدی بھی گذرنے نہیں پائی کہ انگلینڈ کے عالمگیر ریڈیو سے مسیح کی وفات کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ ربنا اٰمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین۔

خدائی فرشتوں کے تصرفات کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ آگے بھی چلتا ہے

اور وہ اس طرح کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبر مسیح کا انکشاف فرمایا تو پادری آتش زیر پا ہوگئے۔ اور انہوں نے اپنی خبث باطنی کا شرمناک مظاہرہ کرتے ہوئے بار بار کہا:-

"سری نگر کی قبر کے متعلق مرزا جی صاحب کی کل بحث بنار فاسد علیٰ فاسد کا ایک عمدہ نمونہ ہے جس میں عقل و شعور کی بو تک نہیں آپ کے دلائل اگر ایسے لچر ہوں اس کو یہ نام دیا جا سکے، مارون گھٹنہ ہلے سر خیر آباد کی رجسٹہ نظیریں بالکل اسی قسم کی جن سے بعض عیار تکیہ دار جہلاء کے سامنے مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں مقام پر کسی ولی یا شہید کا مزار ظاہر ہو گیا تاکہ عورتیں منتیں ماننا اور چڑھاوے چڑھانا شروع کر دیں۔ یہ خان یار کا چبوترہ گویا جناب مرزا صاحب کی امامت و مہدویت کی اساس ناسپاس ہے۔"

(رسالہ ضربت عیسوی مطبوعہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲۶ شائع کردہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور)

یہ تو عیسائی مذہبی ادارہ "پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی" کا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا نظریہ ہے۔ لیکن چھیالیس سال کے بعد اسی "پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی" نے تاریخ بشارت الہند و پاکستان" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔ اور اس میں "خانیار کے چبوترہ" کو "مزار عیسیٰ" تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"وہ قبائل جو اب سرحد میں پائے جاتے ہیں ان کی پشت میں ایک مرتبہ مسیحی نور کی ضیا پاشی ہے اور محلہ یار خان میں جو مزار عیسیٰ ہے اور عیسیٰ خیل یہ مقدس ناموں کی اس جہم کا ہی صحیح نتیجہ ہو سکتے ہیں عیسیٰ لاٹ Jesus کا مترادف و معرب لفظ ہے اور یہ نام اول صدی عیسوی میں عام مستعمل تھا۔"

(صفحہ ۱۲)

قارئین کرام! یہ ہے مخبر صادق حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے مختصر فصیح و بلیغ فقرہ "یکسر الصلیب" کی شاندار و انقلابی تعبیر جس کا تصور کر کے آسمانی ادب کے بلند عجازی اور فقید المثال مقام کا پتہ چلتا ہے۔ اور قلب و دماغ جس کو شے سے بھی اس کا تصور کریں فرط مسرت سے جھوم اٹھتے ہیں۔ اور سرکار مدینہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خادم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہو جاتی ہے الحمد للہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ؎ثم

اسرائیل مسیح کے ماننے والوں کو جہاں آج تک یہ حسرت ہے کہ اگر مسیح اپنے خیالات کو خود رقم کرتا تو اس کے نام اور کلام کو بقائے دوام حاصل ہوتی اور دنیا کے ہاتھ میں اسکی ایک کامل تصویر آجاتی" (حیات المسیح صفحہ ۱۳۵ مصنفہ پادری طالب الدین احمد) وہاں محمدی مسیح کے ہاتھ کا تیار شدہ بلند پایہ لٹریچر خدا کے فضل سے اپنی حقیقی شان کے ساتھ موجود ہے اور قیامت تک کفر و باطل کی ہر تحریک کا سر کچلنے کے لئے کافی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم جو اسی ماہ ہزاروں دلوں کو سوگوار کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ اپنی زندگی کے اوائل ہی سے حضرت مسیح موعودؑ کے نگارشات قلم کے بے حد مداح تھے۔ مولانا عبدالمجید سالک کا بیان ہے:-

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد ابھی بے ریش و بروت انسان تھے ..... بمبئی میں آغا حشر، ابو نصر آہ اور نظیر حسین سخا کے ساتھ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے اور اپنے اہتمام سے ایک ماہانہ رسالہ بلاغ بھی نکالتے تھے مناظروں کے سلسلے میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی یاروں کا یہ مجمع ایک دفعہ فیصلہ بھی کر چکا تھا کہ پنجاب جائیں اور مرزا صاحب سے ملیں لیکن اتفاقات زمانہ کی وجہ سے یہ فیصلہ عمل میں نہیں آ سکا بہرحال مولانا ابوالکلام مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار "وکیل" کی ادارت میں مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے۔"

(یاران کہن صفحہ ۲۱، ۴۲)

مولانا سالک نے مولانا ابوالکلام آزاد کے جس شاندار شذرہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے چند فقرے بطور نمونہ درج ذیل کرتا ہوں لکھا:-

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کروا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ..... وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ..... اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑاتے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھی۔ اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس سے زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔"

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی۔ کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔"

کیا بھارت ورش کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک کوئی ایک بھی حمایت اسلام کا جذبہ رکھنے والا درد مند مسلمان نہیں جو مخالفت کی آندھیوں سے بے نیاز ہو کر آگے آئے۔ اسلام کے "فتح نصیب جرنیل" کے انقلاب انگیز لٹریچر کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا ناقابل تسخیر عزم لے کر اٹھے اور دنیا کو علم و عرفان کے اس لازوال خزانے سے مالا مال کر کے خدائی برکتوں اور رحمتوں کا ابدی وارث بن جائے۔

؎

جو ان کے واسطے ادنیٰ سا کام کرتا ہے
وہ دین و دنیا کو اسکے سنوار دیتے ہیں
کسی کا قرض نہیں رکھتے اپنے سر پہ وہ
جو ایک دے انہیں اسکو ہزار دیتے ہیں
نکال دے کوئی ان کے لئے جو دمڑی سے
وہ سات پشت کو اسکی سنوار دیتے ہیں

(المصلح الموعود)

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ﷺ

ایک آخری وصیت اور ایک راز کی بات

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے تمام مناظرات کا جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنے اوقات عزیز کو ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پرزور دلائل سے عیسائیوں کو لاجواب اور ساکت کر دو جب تم مسیح کا مُردوں میں داخل ہونا ثابت کر دو گے۔ اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کر دو گے تو اُس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ یقیناً سمجھو کہ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری تمام بحثیں ان کے ساتھ عبث ہیں۔ ان کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر زندہ بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کرو پھر نظر اٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دنیا میں کہاں ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کرے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلا دے۔ اس لئے اس نے مجھے بھیجا اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۰ و ۵۶۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور نظام نو کی تعمیر

(از جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجزؔ ناظر بیت المال قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت دنیا جہاں روحانی اعتبار سے گر چکی تھی اور آسمانی نور کی محتاج تھی۔ وہاں دنیا کے اقتصادی اور تمدنی حالات بھی بگڑ چکے تھے۔ اور سرمایہ داری کے برے اثرات نے امارت و غربت کا غیر معمولی امتیاز ایک خطرناک صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس کشمکش کی مسموم فضاء میں جبکہ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اپنے محدود دماغوں پر انحصار کرتے ہوئے محض مادی ذرائع سے اپنی تمدنی اور اقتصادی پیچیدگیوں کا حل تلاش کرنے میں کوشاں تھے۔ اور مختلف متضاد نظریات کا تصادم امن عالم کے لئے نئے خطرات کا موجب بن رہا تھا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ تحریک وصیت کے ساتھ ایک نئے روحانی نظام کی بنیاد ڈالی جس کا مرکزی نقطہ انفرادی پاکیزگی۔ اخلاقی اصلاح اور خدا تعالیٰ کی رضاء جوئی ہے۔ اور اجتماعی حیثیت سے اس کی اصلی غرض و غایت مخلوق خدا کے ساتھ سچی ہمدردی اور حقیقی خیر خواہی کرتے ہوئے ایک عالمگیر اخوت و برادری کا قیام اور نتیجۃً اس عالمگیر کشمکش کا اصل حل ہے۔ اس مبارک تحریک کے ساتھ انسانی نظریہ حیات میں ایک روحانی تغیر پیدا کر کے ایک نئے انداز فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ اور اس سے پھوٹتے ہوئے اسلامی اصولوں کی فوقیت منحصر ہوتی اور دل کو ابدی سکون اور حقیقی راحت میسر آتی ہے۔

نظام وصیت کے ماتحت اگر ہر شخص اپنی ماہوار آمدن اور متروکہ جائیداد کا $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ جماعت احمدیہ کے مرکزی فنڈ میں ادا کرتا چلا جائے۔ اور جماعت کی وسعت کے ساتھ ساتھ اس کا فنڈ مضبوط ہوتا چلا جائے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جمع شدہ فنڈ ایک عالمگیر حیثیت اختیار کر کے تمام دنیا کے غرباء اور ضرورتمندوں کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے اور جس مقصد کو اشتراکیت کا نظام جبری طور پر امیروں کا مال چھین کر اور غیر فطری طور پر ان کو حق ملکیت سے دستبردار کر کے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ روحانی نظام کے ماتحت وہی مقصد محبت اور پیار سے حاصل ہو جاتا ہے جو شخص اپنی خوشی سے اس فنڈ میں مال دیتا ہے وہ بھی ایک قلبی خوشی اور روحانی بالیدگی محسوس کرتا ہے کہ اس عارضی زندگی میں تھوڑی سی قربانی کر کے اُس نے اخروی اور ابدی زندگی میں بہتری کا سامان پیدا کیا ہے۔ اور جن افراد کی ضروریات پوری کرنے کے لئے یہ مال خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے سے اوپر والے طبقہ کے ساتھ عداوت اور انتقامی جذبہ رکھنے کی بجائے کی بجائے اُن کے مشکور ہوتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے غریب بھائیوں کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے قربانی کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریک وصیت سے جمع شدہ فنڈ کے مصارف انجمن کے متعلق اصولی رنگ میں فرمایا:۔

"یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہے گی اور باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن اور کتب دینیہ اور سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ ہونگے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائینگے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے۔ جس کی اب تفصیل بیان کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا۔ تو وہ لوگ جو اُن کے جانشین ہوں گے۔ ان کا بھی فرض ہوگا۔ کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ بجا لاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نومسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے۔ اور سلسلہ میں داخل ہیں اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت ترقی دی جائے" (رسالہ الوصیت مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

بہت ممکن ہے کہ بادی النظر میں دیکھنے والا اس تحریک کی اہمیت سے بے خبر ہے لیکن غور و فکر کی نگاہ اس مبارک نظام کو عظیم الشان وسعتوں اس کے عالمگیر منافع سے انکار نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ۱۹۴۲ء کے جلسہ سالانہ میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

"اگر ساری دنیا احمدی ہو جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساری دنیا سے یہ مطالبہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ تمہارے ایمانوں کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم سچے مومن ہو۔ اگر تم جنت کے طلبگار، اگر تم خدا تعالیٰ کی رضاء اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنی جائیداد کا $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ اسلام اور مصالح اسلام کی اشاعت کے لئے دیدو۔ اس طرح ساری دنیا کی جائیدادوں کے $\frac{1}{10}$ سے $\frac{1}{3}$ حصہ کا مالک بن جائے گا۔ اور اس قومی فنڈ سے تمام غرباء کی خبر گیری کی جا سکے گی"

پھر اس کے عالمگیر افادی پہلو کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"بعض لوگ غلطی سے یہ خیال کرتے ہیں کہ وصیت کا مال صرف تبلیغ اشاعت اسلام دونوں کے لئے ہے۔ جس طرح اس میں تبلیغ شامل ہے۔ اسی طرح اس میں نئے نظام کی تکمیل بھی شامل ہے جس کے ماتحت ہر فرد بشر کی باعزت روزی کا سامان کیا جائے گا۔ جب وصیت کا نظام مکمل ہوگا۔ تو صرف تبلیغ ہی اس سے نہ ہو گی بلکہ اسلام کی منشاء کے ماتحت ہر فرد بشر کی ضرورت کو اس سے پورا کیا جائے گا۔ اور دکھ اور تنگی کو دنیا سے مٹا دیا جائیگا۔ انشاء اللہ۔ یتیم بھیک نہ مانگے گا۔ بیوہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے گی۔ بے سامان پریشان نہ پھرے گا کیونکہ وصیت بچوں کی ماں ہو گی۔ جوانوں کا باپ ہوگی۔ عورتوں کا سہاگ ہوگی۔ اور جبر کے بغیر دلی خوشی کے ساتھ بھائی بھائی کی اس ذریعہ سے مدد کریگا۔ نہ امیر گھاٹے میں رہیگا نہ غریب نہ قوم قوم سے لڑیگی بلکہ اس کا احسان سب دنیا پر وسیع ہوگا۔

پس اے دوستو! دنیا کا نظام نہ چرچل بنا سکتے ہیں نہ مسٹر روز ویلٹ بنا سکتے ہیں۔ یہ اٹلانٹک چارٹر کے دعوے سب ڈھکوسلے ہیں اور اس میں کئی نقائص، کئی عیوب اور کئی خامیاں ہیں۔ نئے نظام وہی لاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں مبعوث کئے جاتے ہیں۔ جن کے دلوں میں نہ امیر کی دشمنی ہوتی ہے نہ غریب کی بے جا محبت ہوتی ہے جو نہ مشرقی ہوتے ہیں نہ مغربی۔ وہ خدا تعالیٰ کے پیغامبر ہوتے ہیں اور وہی تعلیم پیش کرتے ہیں جو امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ ہوتی ہے پس آج وہی تعلیم امن قائم کرے گی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ آئی ہے اور جس کی بنیاد الوصیت کے ذریعہ ۱۹۰۵ء میں رکھ دی گئی ہے"۔

نظام وصیت کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کو جو ترقی نصیب ہوئی ہے اور ہو رہی ہے آج جماعت کے مخالفین بھی اس کے اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بشارتیں اور الٰہی وعدے جو نظام وصیت کی تکمیل کے ساتھ وابستہ ہیں، ضرور پورے ہوں گے اور دنیا کی کوئی طاقت اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں روک پیدا نہیں کر سکتی۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ نظام کی اہمیت سمجھیں اور زندہ جماعت کے ایک ذمہ وار فرد ہونے کی حیثیت سے اپنے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے وعدہ بیعت کو عملی طور پر پورا کر کے اس بات کا ثبوت دیں کہ ہم درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رضاء کو مقدم رکھنے والے ہیں۔

مبارک ہے وہ شخص جو اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر محسوس کرتا ہے اور اس کی ادائیگی میں ہر وقت کوشاں رہتا ہے۔ مبارک ہے وہ جو نظام نو کی تعمیر میں شریک ہونے کے لئے قربانی میں اپنا قدم آگے بڑھاتا ہے۔ اور درمیانی آزمائشوں سے نہیں گھبراتا۔ مبارک ہے وہ جو امام وقت کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہوا ہر امتحان میں ثابت قدمی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والا بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سلسلہ کا سچا خادم بننے کی توفیق بخشے اور اُس راستہ پر چلنے کی طاقت عطا فرما دے جو اُس کے فضل اور رضامندی کا راستہ ہو۔

آمین

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ

(از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان)

آج سے قریباً چودہ سو سال قبل دنیا ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا کامل منظر پیش کر رہی تھی۔ تمام انبیاء کے مخالفین کے نظائر ہو رہے تھے۔ طاغوتی افواج کا مکمل تسلط نظر آتا تھا۔ ایسے مایوس کن حالات میں صرف ایک دل تھا جو ان تاریک ترین ظلمات میں امید سے پُر تھا اور ایک غار میں جا جا کر آستانۂ الوہیت پر آہ و زاری سے گر گر پڑتا تھا۔ مقدر تھا کہ اس کی تضرعات عرشِ الٰہی ہلا دیں اور ایک انقلاب پیدا کر دیں نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرنے کے لئے ربّ العرش جوش میں آئے۔ اور ملائکۃ اللہ کا نزول ہوا اور دنیا کی آنکھ دنیا کے پردہ پر ایک ایسا حسین انقلاب جلوہ گر ہوتا دیکھے کہ جو بے مثال اور بے نظیر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک دل سے نکلی ہوئی پُر درد دعاؤں، پاک اُسوہ حسنہ اور قرآن مجید کی پُر تاثیر کلام نے جادو کا سا اثر دکھلایا۔ وہ قوم جو پانچ وقت شراب پینے کی صدیوں سے عادی تھی پانچ وقت نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے میں شراب سے بڑھ کر لذت محسوس کرنے لگی۔ ہر قسم کے عیوب اور رذیل اخلاق اسلام کی بھٹی میں اکسیر بن کر ڈھل گئے۔ جیسے دھوبی کی بھٹی سے کپڑے صاف و شفاف ہو کر نکل آتے ہیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نیکی، خدا ترسی، باہمی محبت، ایثار و قربانی، دین کو دنیا پر ترجیح دینا، مسابقت فی الخیرات، تعاون علی البر غرضیکہ جملہ اخلاقِ عالیہ کی بہترین مثالیں پاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقِ عالیہ کی دنیا میں سورج تھے تو صحابہ کرامؓ یقیناً نجوم کا رنگ رکھتے تھے۔ اور ان کی تقلید شبہائے تیرہ و تاریک میں ہماری ہدایت کا موجب بنتی ہیں۔

یہ نظارہ بے نظیر، دلکش نظارہ دلفریب اور حسین نظارہ ہر قرن میں نظر آتا تو دنیا بہشت نظر آتی۔ لیکن مصلحتِ الٰہی سے پردۂ عالم پر ایسے مناظر لہروں کی مانند کبھی ابھرتے ہیں اور پھر نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ ان کا پھر تیرہ صدیوں کے بعد ظہور پذیر ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مقدر تھا۔ چنانچہ جب بداء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا کے مطابق اسلام پھر غریب الدیار ہو گیا۔ اپنے عمل و کردار اور عمل و گفتار سے بجائے اسلام کا اسوہ حسنہ پیش کرنے کے اپنے بیگانوں سے بڑھ کر اسلام دشمنی کرتے نظر آنے لگے مسلمان کے دل دنیا کی طرف جھک گئے۔ اسلام کے محاسن ان کے دلوں پر نقش ہونے کی بجائے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگے۔ اور اغیار کے دام تزویر میں پھنسنے اور دین متین کی غلامی سے آزاد ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے احیاء اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرما کر نفخ صور کیا۔ طیور ابراہیمیؑ جوق در جوق اڑ کر پہنچے اور آپ کے پروں کے نیچے جمع ہونے شروع ہوئے۔ اور آپ کی انفاس قدسی کی برکت سے کھیتیہ المظہر کے رنگ میں تیار ہونے لگے۔

ان طیور ابراہیمِ ثانی نے اپنی تمسکات کے تحت اپنی قربانیوں اور اخلاقِ فاضلہ سے ایسا نظارہ پیش کیا کہ آج سے چودہ سو سال قبل کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یاد آتے ہیں۔ یہاں نہایت ہی اختصار سے چند نمونوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ترکِ اوطان۔ صحابۂ حضور صلعم کی طرح صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی دین کی خاطر مہاجرا الی اللہ بن کر قادیان میں آ ڈیرہ لگاتے تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ بھیرہ میں مکان تعمیر کر رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں لاہور آئے۔ خیال کیا کہ اب قادیان بھی ہو آئیں۔ یہاں آئے چند دن بعد حضرت مسیح موعودؑ نے لائبریری اور ایک اہلیہ محترمہ کو منگوانے کا ارشاد فرمایا۔ تعمیل کی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وطن جانے سے منع فرما دیا ہے۔ چنانچہ آپ مستقل طور پر ٹھہر گئے۔ چلا ہوا مکان بنتا چھوڑ کے آئے تھے۔ کبھی واپس جانے کا خیال تک نہ کیا۔ یہ بھی نہ سوچا کہ ایک لاکھ روپیہ سے زائد قرض جو ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں کا ادا کرنا ہے وہ یہاں کہاں سے ادا کروں گا۔

حضرت پیر افتخار احمد صاحبؓ کو ان کے والد ماجد حضرت منشی احمد جان صاحبؓ نے وفات سے قبل اپنی جگہ خلیفہ بنایا تھا ہزاروں مرید تھے۔ ظاہراً معاش کا دارومدار اسی آمد پر تھا۔ سب کچھ چھوڑ کر دیا۔ طبیعت پر دھونی رمائے آ بیٹھے پھر ایک سکول میں پانچ سات روپیہ پر ملازم ہو گئے۔ صبر و رضا کا ایسا پیکر شاذ ہی نظر آئے گا۔ حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ ابا عن جدٍ پیری مریدی کرتے تھے۔ لیکن سب کچھ چھوڑا اور قادیان کی سکونت اختیار کر لی۔

تقسیم ملک سے ماقبل یا آج کل کی قادیان سے مقابلہ اس زمانہ کی قادیان کا نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ نے اخبار میں اعلان کیا کہ جو صاحب قادیان آیا کریں میرے لئے پان لے آیا کریں۔ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم کے بھائی مولانا ابو النصر آہ مرحوم قادیان آئے۔ ان کے منہ میں تکلیف تھی۔ ان کے لئے گورداسپور یا امرتسر سے پاؤڈر دُودھ (ڈبل روٹی) منگوائی گئی۔ مہمانوں کے لئے آٹا پانچ سات میل دور دہار یوال سے منگوانا پڑتا تھا۔ ڈاکخانہ کا کام ایک مدرس بطور زائد کام کے کرتا تھا۔ معمولی ضروریات کا بہم پہنچنا بہت مشکل تھا اور کسی قسم کا ذریعہ معاش میسر نہ تھا۔ اس زمانہ میں احباب کا قادیان کی زندگی کو ترجیح دینا ان کی بے نفسی کی بدیہی دلیل ہے۔

(۲) فی سبیل اللہ قربانی۔ صحابہ کرامؓ کی طرح حضرت سید عبد اللطیف صاحبؓ نے اپنی قربانی پیش کر دی۔ آپ کو قادیان میں الہاماً بتا دیا گیا تھا کہ آپ افغانستان میں شہید کر دیئے جائیں گے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد تھے۔ بہت بڑی جاگیر تھی۔ وجاہت ایسی تھی کہ امیر عبد الرحمٰن والیٔ افغانستان کی رسم دستار بندی آپ کے ہاتھ سے کرائی گئی۔ آپ پر قید میں بہت مظالم ڈھائے گئے۔ لیکن آپ نے امیر مذکور کی یہ بات نہ مانی کہ ظاہر میں انکار کر کے سزا سے بچ جائیں خواہ بعد میں اس عقیدہ پر رہیں۔ چنانچہ آپ کو زمین میں کمر تک گاڑ دیا اور سنگسار کر دیا گیا۔

(۳) مسابقت فی الخیرات۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر ایک اشتہار کی اشاعت کے لئے حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی فوراً کپورتھلہ پہنچے۔ اور اپنی بیوی کا زیور فروخت کر کے حضورؑ کی خدمت میں رقم لا دی۔ حضورؑ نے حضرت منشی اروڑا خان صاحبؓ کے سامنے جماعت کپورتھلہ کی اس مالی امانت کی تعریف فرمائی۔ ان کو اس کا علم بھی نہیں تھا۔ وہ چھ ماہ تک حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ سے ناراض رہے کہ مجھے اس نیکی کے ثواب سے کیوں محروم رکھا۔

(۴) مالی قربانی۔ ترکِ اوطان کے ضمن میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ حضرت بھائی عبد الرحیم صاحبؓ قادیانی نے اپنے قبولِ اسلام کی خاطر فوجی ملازمت ترک کر دی حالانکہ غیر مسلم حکام آپ سے بہت خوش تھے اور آپ انعام بھی پا چکے تھے اور حکام ترکِ اسلام پر جلد مزید ترقی دینے کا وعدہ بھی کرتے تھے۔ لیکن آپ نے دین کو دنیا پر ترجیح دی۔ اور ایمان کی حقیقت کو خوب جانا۔ آپ سناتے تھے کہ قادیان میں جب ایک دن ظہر کے وقت حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ میری ان کے پاس جو امانت تھی ساری ختم ہو چکی ہے تو مجھے بہت فکر ہوا کہ گو کھانا تو لنگر سے ملتا ہے لیکن دیگر ضروریات کہاں سے پوری کروں گا اور بہت رقت سے دعا کی۔ معاً بعد ظہر اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا فرمایا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے مدرسہ کی منتظمہ کمیٹی کو مجبور کیا کہ ایک ٹیوٹر بورڈنگ میں مقرر کیا جائے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے تعجب سے کہا کہ میر صاحب ابھی یہ معاملہ پیش تھا کہ مدرسہ کے عملہ کی تنخواہوں کے لئے روپیہ موجود نہیں۔ اب یہ زائد خرچ کیونکر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت میر صاحب نے اس قدر اصرار کیا کہ فرمایا کہ اگر ٹیوٹر نہیں رکھا جا سکتا تو مدرسہ بند کر دیا جائے کیونکہ بچوں کو بغیر نگرانی کے رکھنے سے بہتر ہے کہ مدرسہ ہی بند کر دیا جائے۔ چنانچہ دس روپے ماہوار پر حضرت بھائی جی کو ٹیوٹر رکھ دیا گیا۔ اور حضرت بھائی جی کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً ایسا سامان کر دیا۔

اسی طرح بہت ہی تنگی کے حالات میں حضرت منشی رستم علی خان صاحبؓ۔ حضرت میاں امام الدین صاحبؓ سیکھوانی۔ حضرت میاں خیر الدین صاحبؓ سیکھوانی۔ حضرت منشی عبد العزیز صاحبؓ اوجلوی نے بہت قربانیاں کیں۔ سیٹھ عبد الرحمٰن صاحبؓ مدراسی اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ ان ایام میں بھی جبکہ آپ دونوں کی مالی حالت اچھی نہ رہی تھی سلسلہ کی مالی اعانت کرتے تھے۔

(۵) عبادت گذاری۔ صحابہ کرامؓ کی العابدون کی زندہ مثالیں ہیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ مسجد مبارک کی زینت تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا ان کے دل مساجد سے وابستہ ہیں۔ لاہور احمدیہ ہوسٹل میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کو دیکھا جہاں آپ انگریزی ترجمۃ القرآن کی طباعت کے تعلق میں تشریف لے گئے تھے کہ عشاء کے بعد مسجد میں نوافل کا سلسلہ شروع کرتے پھر وہیں سو جاتے پھر بیدار ہو کر نفل پڑھنے لگتے۔ پھر سو جاتے گویا اسی طرح نوافل ادا کرنے کے بعد اپنے کمرہ میں سونے کے لئے تشریف لے جاتے۔ یہ رنگ تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع

(۶) اشداء علی الکفار رحماء...

سید عبداللطیف صاحب شہید اور دیگر صحابہ نے احمدیت کو ترجیح دیتے ہوئے ہدف مصائب بننا منظور کر لیا اور مخالفین کے زیر اثر آنا قبول نہ کیا۔ مخالفتوں کی کون کون سی آندھیاں نہیں چلیں اور طوفان امنڈ امنڈ کر نہیں آئے لیکن کیا مجال جو ان کے پائے ایمان میں لغزش آتی۔ ان کے مقاطعے کئے گئے۔ گھروں سے نکالا گیا۔ لین دین بند ہوا۔ مساجد میں عبادت سے روکا گیا۔ ملازمتوں میں تنگی پہنچائی گئی۔ قلم ان مصائب کا نقشہ کھینچنے سے قاصر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفین کو ان باتوں سے روکنے کے لئے کئی دفعہ خاص طور پر تحریک کی چنانچہ ۱۸۹۱ء کی ایسی ہی ایک تحریک کے جواب میں علماء کی طرف سے مولوی عبد الاحد صاحب خانپوری نے زیر عنوان "اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پولس ثانی الملقب بہ کشف الغطاء عن ابصار اهل العمی" دیتے ہوئے امرتسر میں احمدیوں کی مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

"گرزانے از (یعنی احمدیوں) کو کہا کہ صبر کر دیں لوگوں سے تمیغ کرتا ہوں۔ اگر صلح ہوگئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں اور نیز اور بہت قسم کی ذلتیں اٹھائیں معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہوگیا۔ عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھینی گئیں۔ مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے وغیرہ وغیرہ تو کذاب قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا۔"

(۲) رحماء بینہم۔ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کے احساسات کا خیال رکھتے تھے۔ جو محتاج تھے۔ وہ دیگر ان کی ضروریات پورا کرنے کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ مہمان کے جذبات کا خیال رکھنا بھی اس عنوان کے ماتحت آتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کا بیان درج ہے فرماتے ہیں کہ:-

"منشی گوہر علی صاحب کپورتھلہ میں ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔ ۲½ روپے ان کی پنشن ہوئی۔ گذارہ ان کا بہت تنگ تھا۔ وہ جالندھر اپنے مسکن پر چلے گئے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ جب تم قادیان جاؤ تو مجھے ساتھ لیتے جانا۔ وہ بڑے مخلص آدمی تھے۔ چنانچہ میں جب قادیان جانے لگا۔ تو ان کو ساتھ لینے کے لئے جالندھر چلا گیا وہ بہت متواضع آدمی تھے۔ میرے لئے انہوں نے پر تکلف کھانا پکوایا اور مجھے پتہ لگا کہ انہوں نے کوئی برتن بیچ کر دعوت کا سامان کیا ہے"۔

(اصحاب احمد جلد چہارم ص ۱۱۹)

حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ فرماتے تھے کہ جب میں امرتسر رخصتانہ لینے کے لئے جانے لگا تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے فرمایا کہ کسی کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آج ایک دو جن کے قریب دوست امرتسر اپنے کام گئے ہیں وہ ہر ایک سے میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ سے سٹیشن پر ملیں گے۔ اور آپ کی برات کے طور پر جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت مولوی نفس دین صاحب بھیروی سے ملنے کے لئے گئے۔ تو فرمانے لگے آپ رخصتانہ کے لئے جا رہے ہیں۔ اور آپ کے پاس اخراجات کے لئے رقم نہیں ہے۔ اور مجھے دس روپے دیئے یہی رقم میرے کام آئی کیونکہ اور کوئی رقم میرے پاس نہ تھی۔

صحابہ کرامؓ کی امانت و دیانت۔ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق۔ فدائیت۔ تعاون علی البر۔ کظم غیظ اور دیگر شمائل و فضائل کریمہ کی بہت سی مثالیں درج کی جا سکتی ہیں لیکن اخبار کا مختصر مضمون ایسی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ ان بزرگوں کے پاک نمونہ کے آئینہ میں ہمیں اپنی کوتاہیوں کو ضرور دیکھنا چاہیئے۔ تا اصلاح ہو سکے۔

یہی وہ فدائی ہیں جن کو صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مشابہت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً یہ دعا سکھلائی کہ

"اللّٰهم ان اهلكت هذه العصابة فلن تعبد فی الارض ابداً (الٰہی اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی)

(تذکرہ ص ۴۴۵)

گویا حضور کے صحابہ آنحضرت صلعم کے بدری صحابہ سے مماثلت رکھتے تھے۔ کہ جن کے متعلق آنحضرت صلعم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ ان کا تباہ ہونا اے اللہ! تیری عبادت کے معدوم ہونے کے مترادف ہوگا۔

اور اس میں کیا شک ہے کہ موجودہ زمانہ میں اسلام سے بڑھ کر کوئی مظلوم نہ تھا ہر طرف سے اس پر اعداء اللہ افواج یزید کی طرح حملہ آور تھیں اور اس کے استیصال کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھیں ایسے آڑے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیر قیادت صحابہؓ انصار اللہ ثابت ہوئے اور ہر رنگ میں انہوں نے اسلام کی طرف سے مدافعت کی اور اس کے گرتے ہوئے پرچم کو سنبھال لیا اور اسے ہمیشہ کے لئے مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔ اب وہی پرچم ایک ملک سے دوسرے ملک میں۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں اور ایک بستی سے دوسری بستی میں لہراتا چلا جاتا ہے۔ اور وہ وقت آیا چاہتا ہے کہ جب تمام دنیا اسلام کی روحانی قیادت تسلیم کرے گی۔ اور عوام کیا ان کے قائد بھی حضور علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ ورنہ اس سے قبل اسلام کی یہ حالت تھی کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ نصرانیت کا لقمہ بن رہے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس دجالی یلغار کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ آج سے تقریباً ستر سال قبل کے اسلام کی حالت کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک کشف میں دکھایا گیا کہ

"ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمدؐ ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسّم ہو کر نظر آیا ہے۔ اور میں نے اس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پا جائے گا"

(ازالہ اوہام ص ۴۴۱)

اسلام کے استحکام و اعلاء میں صحابہ کرامؓ کا جس قدر دخل ہے کسی سے مخفی نہیں۔ اب وہ زمانہ دور نہیں کہ جب طلوع الشمس من المغرب ہوگا۔ اے اللہ! تو ان نیک روحوں پر ان کی اولاد پر۔ ان کے محبوں پر ابدی رحمتیں نازل فرما اور ان کے امثال بکثرت جماعت احمدیہ میں پیدا فرماتا رہ اور ہمیں ان کے سچے جانشین بنا۔ آمین۔

اللّٰهم صل علٰی محمد و آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابہ کی وفات

قادیان ۱۴ مارچ۔ آج شام قریباً چھ بجے مکرم چوہدری سلطان احمد صاحب درویش بعمر قریباً ۸۳ سال قادیان میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ گو آپ کو تقسیم ملک کے بعد مجبوری حالات ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن آپ جلد لعلہ ہی ۱۹۴۸ء میں دیار محبوب میں ڈیرہ لگانے کیلئے واپس تشریف لے آئے۔ اور درویشان میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی بڑھاپے میں ہر ایک شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ اولاد کے پاس رہ کر ان کی خدمت سے فائدہ اٹھائے۔ اس عمر میں دو تین سال سے آپ بہت کمزور چلے آتے تھے اور اکثر بیمار ہی رہتے تھے۔ باوجود توجہ دلانے کے کہ اپنے بچوں کے پاس پاکستان کچھ عرصہ گذار آئیں ہمیشہ انکار کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے بیٹے مکرم منشی عزیز احمد صاحب (کارکن دفتر امانت ربوہ) خود لینے کیلئے آئے اور اصرار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ایسے سن رسیدہ صحابی کی بہت بڑی قربانی ہے کہ اس عمر میں جذبۂ آبادی قادیان کی خاطر تمام تکالیف صبر و رضا سے برداشت کرتے ہیں۔ مرحوم کو تبلیغ کا بھی بہت شوق تھا اور تبلیغ کے لئے علاقہ میں چلے جاتے تھے۔ آپ بیان کرتے تھے کہ ۱۸۹۳ء میں آپ نے بیعت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے اعلیٰ درجات عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کے نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۲)

قادیان ۱۹ مارچ بذریعہ اطلاع سینا کہ خبر ملی کہ محترم شیخ محمد حسین صاحبؓ قانونگو پنشنر والد مکرم شیخ عبد الحمید صاحب شاہد ناظر بیت المال (آمد) کل شیخوپورہ میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ پنشن لینے کے بعد محلہ دار الفضل قادیان کے سالہا سال تک صدر رہے۔ اور خوب محنت اور توجہ سے اس کام کو آپ نے نبھایا۔ علاوہ ازیں ۱۹۳۶ء کے اسمبلی کے الیکشن میں بھی آپ کا وجود سلسلہ کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا تھا۔ گذشتہ عرصہ میں دوبارہ آپ متواتر سال سال بھر قادیان میں مقیم رہے۔ آپ کی شدید تمنا تھی۔ کہ آپ کا آخری وقت قادیان میں آئے۔ لیکن پاسپورٹ اور ویزا کی پابندیاں و مجبوریاں حائل ہوئیں۔ اور ویزہ میں مزید توسیع نہ ہو سکنے کے باعث ۲۷/۱۲/۶۷ کو واپس پاکستان جانا پڑا۔

اس وقت سے حکومت ہند سے خط و کتابت ہو رہی تھی۔ کامیابی کی امید پر آپ کچھ عرصہ قبل لاہور تشریف لے آئے تھے۔ لیکن معالجہ طول پکڑ گیا دیکھ کر آپ کو پھر شیخوپورہ جانا پڑا۔ جہاں آپ کے بیٹے مکرم شیخ عبدالعزیز صاحب ملازم ہیں مگر وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ اسی جگہ آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور چونکہ آپ موصی تھے آپ کا جنازہ ربوہ پہنچایا گیا اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ اللّٰهم ارحمه واجعل جنته فی الجنة۔ آپ بھی صحابی تھے آپ بیان فرماتے تھے کہ آپ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہوئے تھے۔ البتہ آپ کے ننھیال میں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا نور پھیلایا اور انہیں قبول احمدیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور قمری کے دو درخشندہ ستارے غروب ہو گئے۔ یہ بزرگ بھی منهم من قضی نحبه اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مصداق تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے کمالات کو ہم بھی کو توفیق عطا کرے اور ایسے بزرگوں کے ان کا خلا جو پیدا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا کرنے کے سامان کرے اور جماعت کو ان کے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ نشان

۳۱۳ تین سو تیرہ درویشان قادیان

(از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی معاون ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

اللہ تعالیٰ کے نوشتوں اور اس کی نہ ٹلنے والی تقدیروں پر عملدرآمد کرنے کیلئے بغض و عناد و مایوسی کے پیکروں نے آسمان سے اترنا شروع کر دیا تھا۔ جو سارے ہندوستان کی بسیط فضاؤں میں بالعموم اور پنجاب کی فضاؤں میں بالخصوص اپنے اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے سرگرم کار ہو رہے تھے۔ حسین و جمیل پنجاب جسے ہندوستان کا دل کہنا چاہیئے۔ اس کے سینے پر آرہ رکھ کر دو ٹکڑے کر دیے گئے تھے۔ اس کے دونوں طرف وہ انسان جو اپنی سخت تشنگی کو بھی دو گھونٹ پانی سے بجھا سکتا تھا۔ آج گھڑوں خون پی کر بھی سیر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ بچے جنہیں کل تک ہر قسم کے اختلاف خیال کے باوجود ہر اہل دل اپنے بچے سمجھتا تھا آج نیزوں اور تلواروں کی نوکوں پر نچائے جا رہے تھے۔ وہ جوان ناکتخدا لڑکیاں جنہیں دیکھ کر شرم و حیا کے احساس اور ہندوستانی تمدن اور روایات کے اثر سے نظریں جھک جایا کرتی تھیں۔ آج ہوسکاراں آتشیں جذبات کی تسکین کے سامان بنائی جا رہی تھیں۔ وہ ماں جو کل تک غلام رسول، نانک سنگھ اور کرشن چندر کی مشترکہ ماں تھی آج صرف غلام رسول کی ماں تھی۔ آج صرف نانک سنگھ کی ماں تھی۔ اور آج صرف کرشن چندر کی ماں تھی۔ غلام رسول کی وہ ماں جسے سالہا سال سے ہمسایہ نانک سنگھ ادب و احترام سے ساتھ "ماتا جی" کہا کرتا تھا آج اس کی عصمت کی چادر کو تار تار کر رہا تھا۔ نانک سنگھ کی وہ ماں جس کے پاس سے گذرتے ہوئے غلام رسول فرزندانہ ارادت اور خلوص کے ساتھ "ماتا جی سلام" کہا کرتا تھا۔ آج وہی غلام رسول شیطنت کا جامہ اوڑھ کر اسے اپنی خوابگاہ کی زینت بنانے پر تل گیا تھا۔ وہ مذہب جو اب تک خدا تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔ جو رواداری اور محبت کا سبق سکھلاتا تھا۔ جو درندوں پر رحم اور شفقت کی تعلیم دیتا تھا۔ اس کے کپڑے اتار کر یا تو بالکل ننگا کر دیا گیا تھا۔ یا پھر اسے ایک خونخوار بھیڑیئے کی کھال پہنا دی گئی تھی۔ انسانیت شاید ہمالیہ سے بھی اس پار جا کر اپنا منہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی۔ یا پھر سمندر میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی تھی۔ آدمیت کی ساری قدریں کھو گئے پر پنجاب بھر کے زیبا تمام انسانوں نے مل کر بے رحمانہ تیز چھری کا بھرپور وار کر دیا تھا۔ اور سب اس کے خون پر سے گذرتے ہوئے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو رہے تھے۔ شیطنت مسرور تھی۔ اور انسانیت کے حسین چہرے پر خود اس کے اپنے فرزندوں کے ہاتھوں بدنما داغ لگائے جا رہے تھے۔

قیامت صغریٰ کے لئے صور اسرافیل پھونکا جا چکا تھا۔ قضاء و قدر کے کارکنان مصروف عمل تھے۔ اور انسان انسان کا دشمن بن چکا تھا۔ تاریخوں میں ہلاکو اور چنگیز خاں کی ظالمانہ غارتگریوں کے حالات پڑھ کر نفرین اور لعنت بھیجنے والا قریباً ہر شخص آج خود ہلاکو خاں بن جانا چاہتا تھا آج خود اپنے جسم پر چنگیز خاں کے لباس کو دیکھ کر فخر محسوس کر رہا تھا۔ اپنے مذہب کی رحم آمیز دلیل دے کر مرغی کو کند چھری سے ذبح کرنے کی ممانعت کرنے والا آج کلہاڑے کے ساتھ اپنے بھائی کو ذبح کر رہا تھا۔ چیونٹی کو ناجائز قرار دینے والا اہنسا کا پجاری آج اپنے بھائی کی کٹی ہوئی گردن پر منہ لگاتے اس کی شہ رگ میں سے خون پی کر مسکرا رہا تھا۔ پنجاب کے ہر گاؤں ہر قصبے اور ہر شہر میں قیامت بپا تھی۔ لاشیں کھیتوں میں اور سڑکوں پر گل سڑ رہی تھیں۔ جن پر گدھوں اور موٹے کالے کوؤں کے غول جھپٹ رہے تھے۔ لٹے ہوئے بے یارو مددگار انسانوں کے قافلے اپنی امیدوں اور امنگوں کے جنازے کندھوں پر اٹھائے نہایت ناتوانی کے ساتھ نئے تقسیم شدہ ملک کی سرحد کو عبور کرنے کے لئے بے تحاشہ بڑھ رہے تھے۔ ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کچھ پیدل کچھ بیل گاڑیوں پر اپنے بچے کھچے سامانوں کو بچاتے ہوئے بچوں اور بہنوں اور بہو بیٹیوں کو ساتھ لئے آ رہے تھے اور جا رہے تھے۔ غلام رسول اپنے اسلام کے ناقابل معافی جرم کی پاداش میں جلا وطنی کی سزا پا کر ہر آہٹ سے چونکتا اور ہر شور سے ڈرتا مغرب کی طرف بھاگا جا رہا تھا نانک سنگھ اپنی سکھی کے مقدر میں ملک بدر ہو کر مشرق کی طرف بھاگا چلا آ رہا تھا۔ غلام رسول کہاں جائیگا اسے خود معلوم نہ تھا نانک سنگھ اور کرشن چندر کی منزل کہاں ہے انہیں کچھ پتہ نہ تھا۔ مگر وہ سب ایک دوسرے کی مخالف سمتوں میں بھاگے جا رہے تھے۔ ہر ایک دوسرے سے ترساں لرزاں۔ ایک سخت انا تغری اور نفسا نفسی کا عالم تھا۔ کوئی کسی کا مددگار نہ تھا۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا۔ اور کسی کے دل میں درد نہ تھا۔ اگر کہیں خال خال کوئی انسانیت کا درد مند تھا بھی تو وہ بدمعاشوں اور لٹیروں کے خوف سے کونے میں دبک کر بیٹھ چکا تھا۔ اور اس انسانیت کش طریق کار پر آنسو بہانے کے سوا سے کچھ کر نہ پاتا تھا۔ اور ایسی مثالیں پنجاب کے دونوں حصوں میں موجود ہیں کہ اگر کوئی دردمند دل رکھنے والا مظلوم کا حامی بن کر اٹھا تو اسے خود بھی ظلم کا شکار ہونا پڑا۔

غرض اگست ۱۹۴۷ء اپنی قہرسامانیوں کے ساتھ پنجاب پر نازل ہوا۔ اور صوبے کے چاروں کونوں میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ مشرقی پنجاب کے سور ماؤں نے غلام رسول کو مغربی پنجاب کے بہادروں نے نانک سنگھ اور کرشن چندر کو بھگا دیا تھا۔ شہر خالی ہو رہے تھے۔ قصبے آباد ہو رہے تھے۔ بستیاں ویران ہو رہی تھیں۔ کھیت اجڑ رہے تھے۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کے گھروں میں سامانوں کے انبار لگ رہے تھے۔ وہ شیر خاں جسے کلمہ پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ اللہ اکبر کے نعرے لگا لگا کر بے سروسامان غیر مسلموں پر حملے کر کے بانی اسلام کی روح کو دکھ پہنچا رہا تھا۔ وہ اودھم سنگھ جسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ حضرت نانک رحمۃ اللہ علیہ کون تھے ست سری اکال کے نعروں کے ساتھ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ مذہب کی روح کو کچل دیا گیا تھا۔ اور انسانیت کی قدروں کو پامال کر دیا گیا تھا۔ وہ پولیس جو معمولی سے حادثہ سے ایک بلی کے مرجانے پر دنوں اور ہفتوں سرگرم تحقیقات رہا کرتی تھی۔ ہزاروں ہزار قتلوں اور ڈاکوؤں کو دیکھ کر خاموش تھی۔ خاموش کیا تھی خود قاتلوں اور ڈاکوؤں کی ہم قدم مددگار تھی۔ شرافت اندر ہی اندر دب کر رہ گئی تھی۔ امن کمیٹیوں کے دفاتر مذہب اور انسانیت سے عاری درندوں کی کمین گاہیں بن چکے تھے۔ حکومت کی مشینریاں معطل ہو کر رہ گئی تھیں۔ سیاسی لیڈروں کی امن کی اپیلیں صدا بصحرا سے زیادہ وقیع نہ تھیں۔ کوئی زمینی طاقت نہ تھی جو غلام رسول کی خلاف اسلام حرکات کو روک سکتی۔ کوئی جذبہ انسانیت نہ تھا جو نانک سنگھ کی کرپان کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو سکتا مسٹر جناح کی امن کی اپیلیں ریڈیو جیسے کی تاروں یا اخبارات کے کاغذات میں گم ہو کر رہ گئیں۔ اور مسٹر نہرو کی درد بھری اپیلیں کانوں کی دیواروں سے ٹکرا کر خلاؤں میں منتشر ہو گئیں۔ نہ مسلم لیگ غلام رسول سے اپنی بات منوا سکا اور نہ بھارت کا محبوب ترین لیڈر نانک سنگھ اور کرشن چندر کے ہاتھوں کو روک سکا۔ ناکردہ گناہ قتل ہوتے رہے عصمتوں پر ڈاکے ڈالے جاتے رہے۔ اور بستیاں ویران ہوتی رہیں۔ اور یہ سب کچھ دن دہاڑے ہوتا رہا۔ اجل کے نامہ بر اچانک موت کے پیغام لے کر گھر گھر دستک دیتے پھرتے رہے۔ موت کا عفریت منہ کھولے ہر طرف لپکتا پھرتا تھا۔ گھومتی رہی فوج کی سکاتی رہی۔ مگر غلام رسول کے پنجے سے نانک چند کی گردن اور نانک سنگھ کی تلوار سے غلام رسول کی شہ رگ کو نہ بچا سکی۔ اور اگست کے بعد ستمبر بھی اپنی ستمگاریوں سمیت گذر گیا۔

اکتوبر کی ابتداء ہو چکی تھی۔ جبکہ پنجاب کے کونے کونے میں قصبہ قادیان کی قسمت الٰہی کا فیصلہ تقسیم ہو رہا تھا۔ قادیان کی آبادی کا ہر فرد بغیر اس کے کہ ہجرت کا داغ سینوں پر لئے ہوئے پاکستان جا چکا تھا۔ اور بیرونی مسلمانوں میں جو تھوڑے سے تھوڑے رہ گئے تھے وہ یا تو جانے کی تیاریاں کر رہے تھے یا جانے کے راستے میں تھے... یا مسلمانوں کے قتل کے بعد ان کے راستے میں تھے... سارا پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا۔ واہگہ کی سرحد سے لے کر انبالہ اور سہارنپور تک ہزاروں بستیاں مسلمانوں کی تھیں مگر مسلمان جا چکے تھے ہزاروں مساجد تھیں مگر سجدہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔ پنجاب بھر میں یہاں ہی ایک ایسی بستی تھی جس کے ایک کونے میں صرف گنتی کے چند احمدی بے سروسامانی کی حالت میں اپنے مقدس مقامات کی حفاظت کر رہے تھے۔ تیر و تفنگ سے نہیں، نیزہ و تلوار سے نہیں برچھیوں اور بھالوں سے نہیں۔ صرف اور صرف دعاؤں سے۔ وہ بے حد غمگین تھے کہ ان کی محبوب بستی ان سے چھن رہی ہے۔ مگر وہ مایوس نہیں تھے۔ ان کے دلوں پر برچھیاں چل رہی تھیں۔ اس خوف سے کہ ان کے مقدس مقامات کہیں ان کے ہاتھوں سے نکل نہ جائیں۔ مگر ان کے دلوں پر مایوسی کے کوئی آثار نہ تھے۔ ان کا محبوب آقا اس مقدس بستی کو خون کے آنسو روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ خدا کے حوالے کر کے جا چکا تھا ان کے بیوی بچے جا چکے تھے۔ ان کے مکانات چھن چکے تھے۔ ان کی جائدادیں لوٹی جا چکی تھیں۔ مگر وہ مطمئن تھے۔ کہ مقدس مقامات کی گرانبہا جائداد ان کے پاس موجود ہے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا جس سے وہ حملہ آوروں کا دفاع کر سکتے۔ ان کے پاس کوئی مادی طاقت نہ تھی۔ جسے وہ مذہبی عصبیت کے واروں کے سامنے ڈھال بنا سکتے۔ ہاں ان کے پاس صرف ایک ہتھیار تھا۔ ان کے سینے ترکش بنے ہوئے تھے جن میں سے دعاؤں کے تیر نکل نکل کر آسمان کی طرف جا رہے تھے۔ اور دار المسیح کے اردگرد باہر میدان کارزار اسی طرح گرم تھا۔ مذہبی عصبیت کی بھٹی میں جانیں اس طرح تپ رہی تھیں جیسے بھٹی میں سینے۔ طائران روح خوف کھا کھا کر پر تول رہے تھے۔ دیو ہلاکت بدستور اپنی جلوہ گری میں مصروف تھا۔ اور اجل منہ کھولے لقموں کی تلاش میں پھر رہی تھی۔

یہ ایک سخت امتحان اور شدید ابتلاء کا وقت تھا۔ جبکہ گنتی کے چند احمدی سمٹ کر دار المسیح کے ایریا میں جمع ہو چکے تھے

ظاہری حالات تمام تر مخالف تھے۔ بچاؤ کی کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہ آتی تھی۔ کوئی پرسان حال نہ تھا۔ امن کمیٹیاں معطل ہو کر رہ گئی تھیں یا یوں کہیئے کہ عصبیت کے بے پناہ سیلاب میں بہہ گئی تھیں۔ پولیس اپنے فرائض ادا کرنے سے قطعی قاصر ہو چکی تھی۔ ان چند نہتے احمدیوں کے لئے صرف ایک ہی راستہ کھلا رہ گیا تھا۔ اور وہ آسمان کا راستہ تھا۔ جن تک رسائی کے لئے انہوں نے مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کے فرشوں کو اپنی آہوں سے گرم اور اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا تھا۔ اس وقت ان کے سامنے سوال یہ نہ تھا کہ ان کی جانیں بچ سکتی ہیں یا نہیں۔ بلکہ یہ سوال تھا کہ مقدس مقامات کا احیاء اپنے ہاتھوں میں رہ سکتا ہے یا نہیں۔ یہ گنتی کے ان چند احمدیوں کی زندگی اور موت کا سوال نہ تھا بلکہ ایک قوم کی احمدیت کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا تھا۔ حضرت المسیح کا موعود کے ساتھ سر اٹھا سکتے قادیان کے چاروں طرف مسلح مخالف انسانوں کا سمندر جو کہ لٹا کھٹیں مارتے ہوئے سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ اور ادھر اپنے پاؤں سے چمٹے ہوئے چند سو درویشوں کو اپنی ہتھیلیوں پر بھرپور لڑائی ہوتی جانیں رکھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت آسمان پر خدا بھی یقیناً اس نظارہ سے لطف اٹھا رہا ہوگا۔ جب ہمارے مقدس آقا حضرت مسیح موعود کا یہ حکم پڑھ کر سنایا جا رہا تھا کہ

> "اس وقت جو چند سو احمدی قادیان میں رہ گئے ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ احمدی مستقل طور پر قادیان میں رہیں گے اور یہ وہ تعداد ہے جسے درویش کا لقب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کے ماتحت دیا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ تین سو تیرہ کے ساتھ درویشوں کے لئے ہے"

اور اس حکم پر چند منٹ ہی گزرے تھے کہ تین سو تیرہ نام پیش ہو گئے۔ تین سو تیرہ مومن پیش ہو گئیں۔ زندہ اور جیتی پھرتی مومن — جنہوں نے اپنے آقا کے حکم پر لبیک کہہ کر گردنیں جھکا دیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کی صداقت کو آشکار کر دیا۔ اور جنہوں نے احمدیت کی زندگی کی خاطر موت کا پیالہ خوشی خوشی اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ بھول گئے کہ ان کے کوئی بیوی بچے بھی تھے۔ وہ بھول گئے کہ ان کی کوئی جائیدادیں بھی تھیں۔ انہوں نے سوچا تک نہ تھا کہ دنیاوی طور پر ان کا مستقبل کیا ہوگا۔ انہوں نے پوچھا تک نہ تھا کہ ان کے گزارہ کا انتظام کیا ہوگا۔ انہوں نے اپنے اس بے مثال عمل اور موجودہ دنیا کی اس بے نظیر قربانی کو پیش کر کے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یقیناً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے

ظل ہیں۔ اور تین سو تیرہ درویشوں کا وجود اس امر پر بین دلیل ہے کہ بدری صحابہؓ کی روحیں ظلی طور پر آج بھی تختہ زمین پر قادیان کی مقدس بستی میں موجود ہیں!

میں ان تین سو تیرہ درویشوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے دلیل کے طور پر۔ حجت کے طور پر۔ ایک واضح برہان کے طور پر حضور علیہ السلام کے تمام مخالفین کے سامنے پیش کرتے ہوئے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے آپ غور کریں کہ کیا اس قسم کی سرفروشی۔ دین کے لئے قربانی کے یہ جذبات کسی غیر صادق کے پیروؤں میں ہو سکتے ہیں؟ کیا سراسر مخالف اور مایوس کن حالات میں تین سو تیرہ بے سروسامان درویشوں کا قادیان میں مقیم رہنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک معجزہ نہیں؟

کیا ستمبر ۴۷ء کے حوصلہ شکن اور روح فرسا ہنگاموں میں تین سو تیرہ درویشوں کا ثابت قدم رہنا! احمدیت کی صداقت کا ایک بین اور قطعی ثبوت نہیں؟ خدارا آپ خالی بالطبع ہو کر حالات کی اس ناسازگاری کو تصور میں لائیں اور پھر ان تین سو تیرہ درویشوں کے غیر متزلزل عزم کو دیکھیں آپ زبان سے تسلیم کریں یا نہ کریں۔ مگر آپ کے ضمیر کی زبان ضرور پکار اٹھے گی کہ قادیان کی بستی سے بلند ہونے والی آواز برحق تھی۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی تھے۔ جن کے مٹھی بھر پیروؤں نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ اور آج سارے مشرقی پنجاب میں اگر کہیں سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوتی ہے تو وہ قادیان کا منارۃ المسیح ہے۔

ان تین سو تیرہ درویشوں کے وجود کو آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے آپ کو آج سے ساڑھے دس سال قبل کے زمانہ میں لے چلتا ہوں۔ جب کہ دنیاوی طور پر ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ حکومت کی مشینری معطل تھی امن کمیٹیاں بیکار تھیں۔ شرفاء کی شرافت غنڈوں کی حد سے بڑھی ہوئی درندگی اور غنڈہ پن کے ناقابل برداشت جبر و تشدد کے نیچے دب کر رہ گئی تھی آخر کون طاقتیں تھیں جنہوں نے وحشت و بربریت کے ان غیر معمولی ایام میں ان کی حفاظت کی۔ اور خدا کے سوا کس کی یہ طاقت تھی کہ ان کی حفاظت کر سکتا۔ آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا ان کے ساتھ تھا۔ اور اس لئے ساتھ تھا کہ یہ خدا کے ساتھ تھے اور انہوں نے صرف اور صرف اس کے دین کی خاطر بے خوف و خطر ہو کر اپنے آپ پر موت وارد کر لی تھی۔ آخر یہ کس کی قوتِ

قدسی کا اثر تھا کہ انہوں نے دین کی خاطر دنیا پر لات مار دی۔ اور اپنے مستقبل۔ اپنے بیوی بچوں۔ اور اپنے عزیز و اقارب اور ان سب کی محبتوں کو نظر انداز کر کے قادیان میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ اور حال و مستقبل کے تمام اندیشوں کو ہرچہ بادا باد کہہ کر انہوں نے دلوں سے محو کر دیا؟ اور ساڑھے دس سال سے باوجود گوناگوں مشکلات اور خانگی پریشانیوں کے یہ اب تک ثابت قدمی کے ساتھ اور ایک ایسے عزم کے ساتھ جو سود و زیاں کے اندیشوں سے دور ہے قادیان میں مقیم ہیں۔ اور انشاء اللہ مقیم رہیں گے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے جو اس نے جری اللہ فی حلل الانبیاء کے ساتھ فرمائے تھے پورے ہو جائیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ مگر وہ وعدے اپنے وقت پر ضرور پورے ہوں گے۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد وعلیٰ عبدک المسیح الموعود۔

گورنر مدراس شری بشنو رام میدھی سے مسٹر بشیر احمد آرچرڈ اور سید سلیم حسن الجابی کی ملاقات

جماعت احمدیہ کے وفد نے گورنر صاحب کو فضائل اسلام اور جماعت احمدیہ کی بیرونی ممالک میں تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا

گورنر مدراس شری بشنو رام میدھی نے جماعت احمدیہ کے وفد کو ۹ر مارچ ۱۹۵۸ء کو راج بھون میں شرف ملاقات عطا فرمایا۔ یہ وفد مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا۔

(۱) مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ آف انگلینڈ مبلغ اسلام

(۲) مکرم سید سلیم حسن الجابی آف شام مبلغ اسلام

(۳) مکرمی علی محی الدین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مدراس۔

(۴) مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ایڈیٹر اخبار آزاد نوجوان مدراس۔

(۵) خاکسار شریف احمد امینی

مکرم آرچرڈ صاحب نے دوران گفتگو میں گورنر صاحب پر یہ واضح کیا کہ اسلامی تعلیم کے فضائل و محاسن نے کس طرح ان کو اسلام کی طرف کھینچا۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ ووکنگ مشن انگلستان اور جزائر غرب الہند میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سر انجام دیتے رہے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے مشن یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ اور دیگر جزائر میں اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کی ان تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں کئی ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔

محترم گورنر صاحب کے ایک سوال کے جواب میں کہ "کیا اسلام تبدیلی مذہب کی اجازت دیتا ہے۔ اگر دیتا ہے تو پھر اس کے اعلان کی کیا ضرورت ہے" مکرم نوجوان صاحب نے بیان کیا۔ کہ اسلام مذہبی آزادی اور رواداری کا حامی ہے۔ کیونکہ مذہب انسان اور اس کے خالق و مالک کے درمیان تعلق کا نام ہے۔ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ اور اگر قبول کرنے کے بعد کسی وجہ سے اسلام چھوڑنا چاہے تو اس کی بھی اجازت دیتا ہے۔ کوئی پابندی یا روک نہیں۔ کیونکہ مذہب میں جبر درست نہیں۔ ہاں اگر ایک شخص اسلام کی خوبیوں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتا ہے۔ اس کو حق ہے کہ وہ ایمانی اور اخلاقی جرأت سے کام لے کر ان وجوہات کو عوام میں بیان کرے جن کے نتیجہ میں اُس کو اسلام کے قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تاکہ دوسرے بھی اگر اُن کی ہدایت سے ہدایت پا سکیں تو ہدایت پالیں۔ دراصل یہ انسانی ضمیر کا تقاضا ہے کہ وہ جس چیز کو حق سمجھ کر اختیار کرے اس کو دوسروں تک پہنچاتا چلا جائے۔

محترم سید سلیم حسن الجابی صاحب نے گورنر صاحب پر یہ امر واضح کیا کہ جماعت احمدیہ بین الاقوامی پوزیشن کی مالک ہے۔ ہمارا سیاسی مسلک یہ ہے جس کی بنیاد قرآن مجید ہے۔ کہ ہم جس حکومت کے ماتحت رہیں۔ اُس کے وفادار بن کر رہیں۔ چونکہ مدراس صوبہ میں بھی احمدیہ جماعت موجود ہے۔ میں احمدیہ نقطۂ نگاہ سے یہ عرض کر دیتا ہوں۔ بلکہ یقین دلاتا ہوں کہ وہ احمدی حکومت ہند کے وفادار ہیں سارے ممالک کے احمدیوں کا یہی حال ہے کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار اور ان سے تعاون کرنے والے ہیں۔

یہ ملاقات قریباً بیس منٹ تک جاری رہی ہمارے غیر ملکی مہمان محترم گورنر صاحب کی سادہ زندگی جو تزک و احتشام سے خالی تھی بہت ہی متاثر ہوئے۔ جس کا اظہار کئے بغیر وہ نہ رہ سکے۔

موجودہ گورنر صاحب سے جماعت احمدیہ کے وفد کی یہ دوسری ملاقات تھی۔ ہم گورنر صاحب کے ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے باوجود مصروفیت کے اتوار کے روز جماعت احمدیہ کے وفد کو ملاقات کا موقعہ عطا فرمایا۔

(خاکسار شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ)

درخواست ہائے دعا

(۱) اہلیہ صاحبہ مکرم قریشی عبد الحفیظ صاحب شفیقہ یونس کریل سے عاجزانہ درخواست کرتی ہیں۔ کہ ان کے لڑکے منظور احمد صاحب ایم۔ اے۔ کا امتحان آگرہ یونیورسٹی سے دے رہے ہیں۔ ان کی نمایاں کامیابی کیلئے [illegible]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مسئلہ جہاد

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

انواع مقاتلہ مقاتلہ کی دو قسمیں ہیں۔ حسّی و معنوی۔ قرآن مجید شاہد ہے کہ مقاتلہ حسّی شیوۂ کفار ہے۔ اور مقاتلہ معنوی سنتِ انبیاء۔ اگر عہدِ آدم سے تحریکِ اقامتِ دین یا تاریخ حکومتِ الٰہیہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر زمانے میں انبیاء نے تزکیۂ نفس۔ موعظۂ حسنہ اور تعلیم کتاب و حکمت سے اپنی دعوت و بشارت کا آغاز کیا۔ اور دشمنانِ انبیاء نے تمسخر۔ استہزاء اور مادی طاقت و قوت سے مسلح ہو کر اُن کی مخالفت کی۔ انبیاء کے ہاتھ میں راستبازی۔ صلہ رحمی اور خدا شناسی کا آئینہ تھا۔ اور کفار کے ہاتھ میں پتھر اور تلوار و سنان کا انبار۔

مقاتلہ حسّی و معنوی کی حقیقت! جو شخص ان دونوں مقاتلوں کی کنہ و حقیقت سے ناواقف ہے اسے مقاتلہ حسّی میں شجاعت بہادری اور تہوّر کا نمونہ نظر آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اظہارِ غیرت و مردانگی کا یہی اصل طریق ہے اس لئے وہ ان خونخوار وں، جنگجوؤں اور درندہ صفت لوگوں کے کردار سے متاثر ہوتا ہے۔ اور اپنے کو شاہین۔ شیر اور رعد و برق سے مشابہت دینے لگتا ہے۔ اُسے الو تر اب کہلانے میں کچھ لذت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن جب اسے کوئی اسد اللہ کہتا ہے تو فوراً فخر سے سینہ تان لیتا ہے

مقاتلہ حسّی لیکن اگر مقاتلہ حسّی کی حقیقت پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس مقاتلہ میں محض آدمی کے ظاہری اعضاء سے جنگ کی جاتی ہے۔ اور اس مقاتلہ کا ہیرو محض ایک منفی ارادہ کے ماتحت خروج کرتا ہے۔ جب اُسے دنیا کے عقائد و تعلیمات۔ علوم و فلسفہ اور افکار و خیالات سے جنگ کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی تو وہ اپنی تعمیری کوششوں سے مایوس ہو کر آمادۂ فساد و تخریب ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس کے سامنے اس تحریک و دعوت کی صرف منفی حیثیت رہ جاتی ہے۔ وہ کوئی مُثبت طریق کار پیش کرنے سے مجبور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی یہ حرکت مجنونانہ و بہیمانہ تو کہلا سکتی ہے۔ عاقلانہ و حکیمانہ نہیں کہلا سکتی۔

مقاتلہ معنوی لیکن جو مقاتلہ معنوی کا مجاہد ہے۔ وہ اپنی ہمت و غیرت کا اظہار شیر و شاہین اور رعد و برق کی طرح غضبناک ہو کر نہیں کرتا۔ بلکہ نہایت صبر و تحمل۔ اخلاص و ہمدردی اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ میدان عمل میں آتا ہے۔ وہ دنیا کے افکار و خیالات کے مقابلہ سے کبھی نہیں اکتاتا۔ وہ تعمیر پر تخریب اور مثبت پر منفی طریق کو ترجیح نہیں دیتا۔ وہ شیر و شاہین کی طرح غضبناک نہیں ہوتا بلکہ ان کے غضب پر قابو پا لیتا ہے۔ وہ رعد و برق کی طرح پریشان و منتشر نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر حال میں سکونِ دل و جمعیتِ خاطر سے ہمکنار رہتا ہے۔ وہ عزم و ارادہ کے لحاظ سے مردِ آہن ہوتا ہے۔ اس میں انقلاب برپا کرنے کی حیرت انگیز طاقت اور نظامِ عالم بدلنے کی عظیم الشان قوت پائی جاتی ہے۔ وہ یقینِ محکم۔ عملِ پیہم اور جہدِ مسلسل کا جیتا جاگتا مجسمہ ہوتا ہے۔ اس کی قوت ارادی متحیر تھا اور اس کی نظرِ توجہ زندگی بخش ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے ان اہل دل کی کیسی بلیغ تعریف کی ہے ؎

> مِلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
> الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
> تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
> نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
> نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں سے ارادت ہو تو دیکھ ان کو
> یدِ بیضا لئے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

مقاتلہ معنوی اور انبیاء قرآن کریم پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقاتلہ حسّی بعثتِ انبیاء کا مقصود نہیں۔ وہ ان فرشتوں کے قیاس کی تصدیق کرنے نہیں آتے جنہوں نے خلافتِ آدم پر سفکِ دماء و خون ریزی کا الزام لگایا تھا۔ بلکہ وہ مبعوث ہو کر مقاتلہ معنوی یعنی جہاد کبیر کا بگل بجاتے ہیں۔ اور خدا۔ رسول اور اخلاقیات کی بنیاد پر ایک معاشرتی نظام قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جہاد کبیر اس مقاتلہ کی نوعیت پر غور کیجئے تو یقیناً یہ مقاتلہ حسی سے طویل اور صبر آزما معلوم ہوگا اسی لئے اسکو جہاد کبیر کہا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جہاد کبیر کا علم بلند کرنے مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا یعنی اے محمد صلعم کافروں کی پیروی مت کر اور ان کے خلاف اس قرآن کریم کے ذریعہ ایک جہاد کبیر کی مہم کا آغاز کر۔ قرآن کریم جو بلند و بالا نیز بہترین اصول معاشرت کا مجموعہ ہے کافروں کے سامنے حجت و برہان کے طور پر پیش کر۔ تیرا یہ جہاد جہاد کبیر ہوگا۔

مقاتلہ معنوی کی ہمہ گیری قرآن کریم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس مقاتلہ معنوی کا مکلف بنا کر بھیجا۔ وہ ایسا ہمہ گیر ہے کہ انسانی جد و جہد کی تمام شقیں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ یہ مقاتلہ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل اور سیاست مدنی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ اسی لئے ہم قرآنی روشنی میں کہتے ہیں کہ بعثتِ انبیاء کی علت غائی یعنی خدا دانی و خدا شناسی محض جہاد کبیر یا مقاتلہ معنوی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اور جس میں یہ جذبۂ شوق موجزن ہو اُٹھتا ہے وہ قرآنی اصطلاح میں مجاہد فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ہی اپنے تقرب و نزدیکی کی راہ دکھلانے کا وعدہ فرماتا ہے۔ یعنی وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

مجاہد حقیقی کا نصب العین یہ مجاہد فی سبیل اللہ اپنے مقصد وجود سے باخبر ہوتا ہے۔ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد باندھتا ہے۔ اور ہر وقت اپنی جان و مال اور عزت و آبرو خدا کے آگے قربان کرنے پر تیار رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی مجاہدوں کی تعریف میں فرمایا ہے

> وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔

گویا انبیاء کا مقصد بعثت راہ خدا میں جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانی کی دعوت دینا ہے۔ اسی کو اصطلاح قرآنی میں جہاد کبیر کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ پیغام جانستان نہیں بلکہ جاں بخش ہے۔

دورِ زوال یہ تو حقیقت جہاد ہے۔ لیکن جب زمانے میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے۔ اور مذہبی نقوش الواحِ قلب سے مٹنے لگتے ہیں تو اس وقت پیروانِ انبیاء بھی اس شجرِ ممنوعہ سے قریب ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی کفر کی شورش و یلغار دیکھ کر صبر و حلم سے کام لینے کی بجائے شیر ببر کی طرح غضبناک ہو جاتے ہیں اور دنیا کو حکمت و موعظۂ حسنہ سے راہ راست پر لانے کی بجائے اسے اپنا پنجۂ خونیں دکھانے لگتے ہیں۔ یہیں سے مقاتلہ حسّی یا جہاد سیفی کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اور دورِ جبر و استبداد کا آغاز ہوتا ہے۔

جہادی علماء اس قسم کے فریب خوردہ یا ہوا پرست لوگ ہر زمانے میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اس زمانے میں جو شیطانی و دجالی تحریک کے عروج کا زمانہ ہے۔ اس نظریہ کی جس طرح اشاعت ہوئی۔ اس کی نظیر دوسری جگہ نہیں ملتی۔ جہاد سیفی یا مقاتلہ حسّی کا وہ زور ہے اسلام اپنی پند و نصیحت سے مٹانا چاہتا ہے۔ عصر حاضر کے مجاہد کہلانے والے علماء نے اس کی پرورش و آبیاری کی انتھک کوشش کی۔ دار الحرب کا نظریہ۔ قتل مرتد کا فتوےٰ۔ شبخون مارنے کی تائید۔ سود، نافرمانی کی حلت۔ سب اسی نظریہ جہاد کے پرتو ہیں۔ علامہ اقبال نے تو اسی نظریہ کے ماتحت نبوت کی ایسی تعریف کی کہ وہ قہر الٰہی کی ایک تلوار بن کر رہ گئی۔ وہ کہتے ہیں ؎

> وہ نبوت ہے مسلمان کیلئے برگِ حشیش
> جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

اس شعر میں علامہ موصوف نے ان تمام انبیاء کو جو زندگی بھر جہادِ معنوی میں مصروف رہے۔ اور غربت و مسکنت کے ساتھ دن کاٹے برگِ حشیش یا افیون کہا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کو اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

> وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۔ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۔ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۔ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۔ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۔ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَإِنْ يَكْفُرْ بِهَا هَٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۔
>
> (انعام رکوع ۱۰)

ترجمہ :- اور یہ وہ حجت ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی۔ ہم جن کو چاہتے ہیں۔ درجات بلند کرتے ہیں۔ بے شک تیرا رب حکیم و علیم ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق و یعقوب جیسی اولاد دی۔ اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔ اور ان کی ذریت سے داؤد و سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسےٰ اور ہارون ہیں اور ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور زکریا یحیٰ۔ عیسیٰ اور الیاس یہ سب نیکوکاروں میں سے۔ اور اسماعیل۔ الیسع یونس اور لوط ہر ایک کو ہم نے ایک

عالم پر فضیلت بخشی۔ ان کے آباء و اجداد۔ ان کی ذریات اور ان کے بھائی ان سبھوں کو ہم نے برگزیدہ بنایا اور ان کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہو جاتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے کتاب۔ نبوت اور حکمت عطا کی۔ پس اگر ان لوگوں نے انبیاء کے طریق پر چلنے سے انکار کیا تو ہم نے دوسری قوم مقرر کر رکھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی۔ پس (اے محمد) تو بھی ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ اور تو کہہ دے کہ میں اس کے بدلے کچھ سوال نہیں کرتا۔ بے شک یہ سارے عالم کے لئے ایک نصیحت ہے۔ (انعام رکوع ۱۰)

اس رکوع میں جتنے انبیاء کا ذکر آیا ہے ان میں سے چند کے علاوہ سبھوں کی نبوت اقبال کی زبان میں برگ حشیش تھی۔ اس لئے کہ وہ کوئی دنیوی طاقت و شوکت کا پیغام لے کر نہیں آئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء کی اپنی حجت و برہان قرار دیتا ہے۔ اور ان کے راستہ پر چلنے کی تاکید کرتا ہے۔

کاش اقبال کے اشعار اس قسم کے مضامین سے پاک ہوتے تو آج وہ فی الحقیقت ترجمان ملت کہلانے کا مستحق ہوتا۔

مقاتلہ حسی اور مولانا مودودی

اقبال کے بعد اب ہم مولانا مودودی صاحب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اس وقت بطل حریت۔ مجاہد فی سبیل اللہ مجتہد العصر اور معلوم نہیں کیا کیا کہلاتے ہیں۔ وہ دعوت و تبشیر۔ ارکان اسلام اور جہاد سیفی کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"ارکان اسلام کی ادائیگی سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشی حکومت الٰہیہ کے قیام سے ہوتی ہے۔" (حقیقت جہاد)

نیز اسلامی حکومت میں ارکان اسلام ادا کرنے سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔" (حقیقت جہاد)

پھر اسی کتاب میں انہوں نے حکومت کے بغیر ارکان اسلام کو پوجا پاٹ سے تشبیہ دی ہے۔ اور اسلامی مبلغوں کو بھکشو اور پادری کہہ کر ان کا مذاق اڑایا ہے اور کہا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ جو اسلامی نظریہ ہے۔ اس کے لئے خون بہانا جائز ہے۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے قیصر و کسریٰ کے جواب کا انتظار کئے بغیر طاقت حاصل ہوتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ اور آگے چل کر اپنے نظریئے کی مزید وضاحت کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اسلامی جہاد کی جارحانہ و مدافعانہ تقسیم سرے سے غلط ہے۔

مولینا مودودی اور حکومت الٰہیہ

ان حوالوں سے ایک عالم دین کا ذہنی سراپا ہمارے سامنے آگیا۔ ان کے نزدیک جہاں تزکیہ نفس تعلیم کتاب اور ارکان اسلام کی پابندی ہوتی ہے۔ وہ علاقہ دار الاسلام کہلانے کا مستحق نہیں۔ نہ خدا ایسے ماحول سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی علاقہ بزور شمشیر فتح کر لیا جاتا ہے تو وہاں فوراً حکومت الٰہیہ قائم ہو جاتی ہے۔ اور خدا اس سے خوش ہو جاتا ہے۔ غالباً غالب نے اپنے اس شعر میں ایسی ہی اسلامی معاشرت کا ذکر کیا ہے ؎

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے

مودودی صاحب اور ان جیسے جہادی علماء کے دار الاسلام میں آئے دن قتل و غارت گری۔ شبخون و سفاکی کا ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر ان کا منصوبہ دار الاسلام کامیاب نہیں ہوتا۔

علماء اور حسن معنے

مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ پابندی ارکان اسلام دعوت و تبشیر اور جہاد قلبی جیسے مقاتلہ روحانی کا حسن معنوی ان علماء کو پسند نہ آیا۔ اور المقوں نے قتل و خون کے دیوتا سے اپنا یارانہ قائم کیا۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ انہوں نے اسی کج نگاہی سے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد اسلام پر ایک حرب کا دھبہ لگا دیا اور اسلامی جہاد کی جارحانہ و مدافعانہ تقسیم سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اسلام کے نام پر بہر حال خون بہانا جائز ہے خواہ جارحانہ ہو یا مدافعانہ۔

نظریۂ قرآن

یہ تو ان اقتدار پرست علماء کا ہوس خون آشامی ہے۔ لیکن عقل سلیم اور طبیعت صالحہ کب ایسے نظام کو پسند کر سکتی ہے؟ انسان ہمیشہ امن و سلامتی کا جویا رہا ہے۔ اور صلح و آشتی کی طرف مائل ہونا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ نظام جو انسان کی اس نیک و پاکیزہ خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اسلام کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ نظام اسلامی کی تعریف تو یہ ہے کہ وہ امن و سلامتی سے دوستی کرتا ہو۔ اور اگر اس دوستی کا کامل مظاہرہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ناموافق ماحول کے باعث نہ ہو سکا ہو تو وہ ایک ایسے زمانہ کی تلاش ضرور کرتا ہو جب مذہبی جنگ و قتال کا سلسلہ ملتوی ہو جائے گا۔ اور جزیہ یعنی مذہب کے نام پر زبردستی وبال دینی کا سوال ختم ہو جائے گا۔

قرآن پاک خبر دیتا ہے کہ آہستہ آہستہ زمانہ حرکت کرتا ہوا اسی مقام پر آ جائے گا۔ اور مذہبی لڑائیوں کا سلسلہ بند ہو جائیگا چنانچہ وہ زمانہ آگیا۔ آج سیاست کے نام پر بڑی بڑی لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ ایٹم بم ہائیڈروجن بم اور راکٹ تک بنائے جا رہے ہیں۔ مگر مذہب کے نام پر لڑائی نہایت معیوب اور قابل مذمت سمجھی جاتی ہے۔ اور یہ خیال اب قبول و عالمگیر ہو گیا ہے کہ آج اگر دنیا کے کسی گوشہ میں مذہب کے نام پر معمولی سی جھڑپ ہو جائے تو ساری دنیا اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگتی ہے۔ اور دوسری طرف تقریر و تحریر کی آزادی کا حال دیکھئے تو اس کی مثال بھی صفحۂ عالم پر نہیں ملے گی۔ گویا دنیا کا یہ مزاج اور زمانہ کی یہ روش قابل ستائش نہیں؟ یقیناً ہے۔ اسلام ایسے ہی ماحول کی تلاش کرتا ہے۔ اور قرآن پاک ایسے ہی زمانے کی خبر دیتا ہے جب مذہب کے نام پر لڑنے والا دیوتا اپنے ہتھیار اتار دے گا "حتی تضع الحرب اوزارھا" ۔۔۔ وہی زمانہ اسلامی حسن کے نکھار اور قرآنی تعلیم کی بہار کا ہوگا۔ اس عہد میں اسلام اپنی معاشرتی، علمی اور فلکی تحقیقات میں سارے علوم و فلسفہ پر سبقت لے جائے گا۔ اور اپنی امن پسندی و صلح و دوستی کے باعث انسانی دلوں پر فتح پائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ کی اس آیت کریمہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں اسی یوم موعود کا ذکر فرماتا ہے۔

التواء جہاد

یہ آیت کریمہ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا یعنی حتی تضع الحرب اوزارھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے جنگی قیدیوں سے قوانین بیان کئے ہیں اور کہا ہے کہ تم تاوان جنگ لے کر یا احسان و منت کرتے ہوئے انہیں مفت چھوڑتے جاؤ۔ یہاں تک کہ لڑائی کا دیوتا اپنے ہتھیار اتار پھینکے۔ پوری آیت یوں ہے حتی اذا اثخنتموھا فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا

اس آیت کریمہ کے آخری ٹکڑے میں عصر حاضر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے۔ جب مذہبی جنگیں تہذیب و تمدن کے خلاف ہو جائیں گی تو اس وقت تم بھی التواء جہاد کا اعلان کر دینا۔ اسی لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہو بہو اپنے ایک بروز کامل مسیح موعود اور مہدی مسعود کے نزول کی خبر دی تو ان کے اوصاف میں فرمایا کہ

کیف انتم اذا انزل فیکم
ابن مریم حکما عدلا فیکسر
الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ او
یضع الحرب

اس حدیث میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہم سے تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ جب مبعوث ہوگا تو التواء جہاد کا اعلان کرے گا۔

اکابر امت

انہیں احادیث کی شرح میں محدثین نے جنگ کی دو قسمیں قرار دی ہیں حسی و معنوی۔ مقاتلہ حسی کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ مقید بازمان ہے۔ اور نزول عیسےٰ علیہ السلام کے بعد یہ ممنوع العمل ہو جائے گا۔ لیکن مقاتلہ معنوی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ جب ہم اس پر غور کرتے ہیں تو خود بخود یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر التواء جہاد کا کوئی ذکر قرآن و احادیث میں نہیں تھا تو آخر فقہا و شراح احادیث کے سامنے یہ مسئلہ زیر بحث کیوں رہا؟ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے صرف اتنا کیا کہ وقت کی تعیین کر دی۔ اور اس زمانہ کی نشاندھی فرما دی۔

حضرت مسیح موعودؑ اور مسئلہ جہاد

لیکن ہم اس مسئلہ پر ایک اور نقطۂ نظر سے غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام دوسرے علماء پر سبقت لے گئے ہیں۔ علماء سلف نے یضع الحرب کی شرح میں جو کہا وہ یہ ہے کہ نزول عیسےٰ کے بعد حکم جہاد ممنوع العمل ہو جائے گا اور قرآن پاک کا یہ حکم اور اس سے متعلق آیات ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو جائیں گی۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے علماء کی اس تحقیق سے اتفاق نہیں کیا آپ فرماتے ہیں کہ یہ حرمت مقید بازمان ہے۔ اور اسی وقت تک باقی رہے گی جب تک زمانہ میں کوئی انقلاب نہیں آ جاتا چنانچہ آپ حقیقۃ المہدی فرماتے ہیں کہ

رفعت ھذہ السنۃ برفع
اسبابھا فی ھذہ الایام
والزمان ھذہ لمکافحین
کماھم یجیدون لنا وان
نرفع الحسام قبل ان
نقتل بالحسام۔

یعنی جہاد سیفی کا طریقہ اٹھا لیا گیا ہے اس لئے کہ وہ اسباب نہیں رہے۔ جو اس جہاد کے محرک تھے۔ اور اب ہمیں یہ حکم ہے کہ کافروں سے وہی سلوک کریں جو سلوک وہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ اور ہم تلوار اس وقت نہیں اٹھائیں گے جب تک کوئی ہمیں تلوار سے قتل کرنے کے لئے آگے نہ بڑھے۔

یہ تو مقاتلہ حسی کے متعلق آپ کی تعلیم تھی۔ رہ گیا مقاتلہ معنوی تو اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ

"یہ بھی یاد رہے کہ جہاد سے

کچھ ملک گیری و جنگ و جدل ہی مراد نہیں ہے۔ لفظ جہاد کے معنے سعی و کوشش کے ہیں۔ سو حسب طاقت و حوصلہ خود واسطے اعلاء کلمۃ اللہ اور اطفاء نائرۂ ادیانِ باطلہ اور ذلت کفار کی کوشش کرتے رہنا جہاد ہے۔"

(سوانح احمدی کلاں)

بحمد اللہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بھر اس جہاد مقدس پر مشغول رہے حتی کہ ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ آپ کی وفات عین میدانِ جنگ میں ہوئی۔ جبکہ آپ اپنی معرکۃ الآراء تقریر "پیغام صلح" کی تیاری کر رہے تھے اور اقوام ہند کے دلوں میں عظمت محمدی کا سکہ بٹھانے کے لئے ایک بابرکت تجویز کی بنیاد ڈال رہے تھے۔

معاندین احمدیت کا جواب

پھر آپ حامیان جہاد بالسیف کے مطاعن کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو بھی ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں
ظاہر ہے خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں کیوں وہ سیف کی قوت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

اسی نظم میں آپ زمانہ نزول مسیح کی تعریف بھی کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:۔

یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ آپ کی وہی تعلیم ہے جس کی تائید میں ہمارے مقتدی اسلاف بہت سی تحریریں چھوڑ گئے ہیں۔ بخاری و مسلم کی معتبر شروح کے بعد اسی زمانہ میں دیوبند کی طرف سے جو مسلم شریف کی شرح "فتح الملہم" کے نام سے شائع ہوئی ہے اس میں بھی اسلاف کے اسی قول کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صرف اتنا کیا کہ آپ نے وقت کی تعیین کردی۔

علامہ اقبال نے بھی مسلمانوں کی بےبسی یا بزدلی کا شکوہ کرتے ہوئے آخر یہی کہا

تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں
ہو بھی تو دل ہے موت کی لذت سے بےخبر

انصاف کی بات یہ ہے کہ اس نص شرعی کی جیسی جامع و مانع تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کی۔ اکابر اسلاف کو بھی اس کی توفیق نہیں ملی۔ اگر کسی کو مطعون کرنا ہی ہے تو چاہیئے تھا کہ یہ جہادی علماء اپنے اسلاف کو مطعون کرتے نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو۔

ذہنی ارتقاء

اب اس مسئلہ جہاد کو سمجھنے کے لئے ہم زمانہ کو مختلف دوروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور اس کی ابتداء دور وحشت و بربریت سے کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خون ریزی و غارت گری دورِ وحشت و بربریت کی یادگار ہے۔ اس زمانے میں انسان آداب انسانیت اور اطوارِ آدمیت سے ناآشنا تھا۔ اسی لئے معمولی معمولی باتوں پر آمادۂ جنگ ہو جاتا تھا۔ اور موقع پاکر ایک قبیلہ دوسرے کو بالکل نیست و نابود کر دیتا تھا۔ پہلے تو اس جنگ میں صرف ناخن اور دانت استعمال کرتا تھا۔ پھر پتھر تانبے اور لوہے کا زمانہ آیا۔ یہ آلات اگرچہ دانت و ناخن سے زیادہ ہلاکت خیز تھے۔ مگر انسان کچھ ذہنی ترقی کر گیا تھا اور نسبتاً جنگ سے گریز کرنے لگا تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا کہ جنگ و جدل کا سلسلہ روکنے کے لئے باقاعدہ قوانین بنائے گئے۔ مجرموں کو سزا دی جانے لگی۔ اور جنگ کے خلاف احتجاج بھی ہونے لگا۔

دورِ عناصر

اس کے بعد دورِ عناصر آیا۔ جس سے ہم لوگ گذر رہے ہیں۔ اس وقت سارے عناصر ہتھیار کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اور انسان کے ہاتھوں قیامت کبریٰ برپا کرنے کے سامان موجود ہیں مگر پھر بھی ہر شخص جنگ سے گریز کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس وقت اقوام عالم میں صلح و امن کی جیسی زبردست خواہش پائی جاتی ہے۔ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

اب ضرور تھا کہ اسلام اس زمانے میں بھی نیکی و کامیابی اور عزت و آبرو کی زندگی گزارنے کا طریقہ بتاتا۔ اور وہی طریقہ ہے اعلان التوائے جہاد کا۔ اگر اس وقت مجاہدین اسلام کی طرف سے مقاتلہ حسی یا جہاد بالسیف کا نعرہ بلند کیا جائے تو اس سے زیادہ بے محل بات کیا ہوگی؟ اسلام صرف دورِ ناقص کا رہنما نہیں بلکہ اس کی رہنمائی کا جوہر تو "دورِ کامل" یعنے دورِ امن و سلامتی میں نظر آنے والا ہے۔

تاریخ ہجرت وغیرہ

اب ہم اور ایک حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اس وقت مقاتلہ حسی یا جہاد بالسیف مشیت الٰہی کے خلاف ہے اور اب جو بھی اس طریقہ سے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نکلے گا۔ وہ ناکام و نامراد رہے گا۔ ہمارے سامنے دنیاء اسلام کی تاریخ ہے۔ اس چودھویں صدی میں شیطانی و دجالی فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بہت سی اسلامی جماعتیں قائم ہوئیں۔ اور بار بار علم جہاد بلند کیا گیا۔ ہندوستان کے ۱۸۵۷ء کا غدر جسے ہمارے سیاسی علماء جنگ مقدس کہتے ہیں۔ پھر تحریک خلافت۔ تحریک ہجرت۔ اور مولینا محمود الحسن صاحب ریشمی رومال والی سازش۔ اسی طرح کی اور بہت کوششیں جن کی پشت پر جہاد سیفی کا ولولہ کارفرما تھا منظر عام پر آئیں۔ ان میں سے کوئی ایک سعی تحریک بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ساری کوششیں ارادہ الٰہی کے خلاف تھیں۔ اسلام پھیلا تو اپنی صداقت کے زور سے۔ مگر مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ بزور شمشیر پھیلا ہے۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ کو اسلام کے نام پر تلوار اٹھانا سخت ناگوار و مبغوض ہے اگر اسلام اپنی بقاء و زندگی میں تلوار کا محتاج ہوتا تو یہ طاقت کبھی مسلمانوں سے نہیں چھینی جاتی۔ اسلام اپنے معنوی محاسن کے باعث دنیا میں زندہ رہنے والا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

اب اسکے بعد بھی جو لڑائی کو جائیگا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

کیا چودھویں صدی کی پوری تاریخ اس پیشگوئی کی تصدیق نہیں کرتی؟ لہٰذا اس زمانے میں ہم پر مقاتلہ حسی فرض نہیں۔ وہ تو اکابر اسلاف کے قول کے مطابق ہمیشہ کے لئے منسوخ ہوگیا یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قول کے مطابق مدت معینہ کے لئے ملتوی ہوگیا۔ اس وقت ہمارا فرض مقاتلہ معنوی ہے یعنی تزکیہ نفس تعلیم و تربیت اور تبلیغ قرآن اب ہم دنیا پر انہیں ہتھیاروں سے فتح پا سکتے ہیں۔

اولیاء امت

ہمارے سامنے انبیاء کے بعد اولیاء امت کی سنت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ اولیاء امت نے ادا کیا۔ لیکن ان میں سے کوئی مقاتلہ حسی کے ہتھیار سے آراستہ نہیں تھا۔ وہ زندگی بھر مقاتلہ معنوی میں مشغول رہے۔ اس وقت اولیاء و انبیاء کی اس سنت پر صرف جماعت احمدیہ عمل کر رہی ہے تبلیغ اسلام کے لئے خلافت اور جانی و مالی قربانی کا نظام۔ بلاد کفر و ضلالت میں تبلیغی اداروں کا قیام۔ مساجد کی تعمیر، قرآن پاک کے تراجم۔ وقف زندگی کی تحریک۔ یہ سارے کام اس وقت صرف جماعت احمدیہ کے حصہ میں آئے ہیں۔ اور یہی ہے اس جماعت کا مقاتلہ معنوی اور شوق جہاد۔

اب جو لوگ اس کے خلاف وعظ کہتے ہیں وہ تو تیغ بیخ شیر قالین ہیں۔ اور فقط فریب نفی و اثبات سے گنبد میں بیٹھ کر بقول اکبر الہ آبادی افواج کفر کو یہ کہہ کر کوس رہے ہیں کہ

"الٰہی کی توپوں میں کیڑے پڑیں"

اگر ان کے نزدیک واقعی جہاد سیفی کا وقت آگیا ہے۔ تو کیوں اپنی غضبناک آنکھوں۔ خونیں پنجوں اور مہلک ہتھیاروں کے ساتھ میدان میں نہیں نکل آتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل بھی اسے بے وقت کی شہنائی سمجھ رہا ہے

مسئلہ جہاد اور علماء زمانہ

بہت سے کم نظر علماء اور بعض اشتراکیت زدہ مجتہدوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعریف جہاد پر بڑی نکتہ چینی کی مگر زمانہ جوں جوں گذرتا جاتا ہے۔ آپ کی تعلیم کی اہمیت آشکار ہوتی جاتی ہے۔ اور اب جو علماء مسئلہ جہاد پر خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ تو آپ ہی کی تائید کرتے ہیں۔ مولینا سید سلیمان ندوی نے "سیرت النبی" میں۔ مولینا ابو الکلام آزاد نے "مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب" میں۔ اور مولینا ظفر علی خاں نے اخبار "زمیندار" کے کالموں میں جہاد کی وہی تعریف کی۔ جو حضرت مسیح موعود نے کی تھی۔ اور اب تو "جماعت اسلامی" کے ایک ترجمان "دعوت" دہلی نے بھی بڑے طمطراق سے اعلان کیا کہ

"حکومت کے بغیر بھی اسلامی ماحول تیار کیا جاسکتا ہے"

(دعوت مئی ۱۹۵۸ء)

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب ان علماء کا دریچۂ دل کھل رہا ہے۔ اور یہ بھی حقائق و واقعات کا مطالعہ کرنے لگے ہیں۔ انشاء اللہ۔ عنقریب وہ وقت بھی آنے والا ہے۔ جب یہ بھی اس تابوت سکینہ کشتی نوح۔ اور عصائے موسوی کو پہچاننے کی توفیق پائیں گے۔ اور اس وقت وہ بھی ہماری طرح فرط محبت میں گنگنائیں گے سہ

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے لئے جہاد و قتال اب حرام ہے

مضمون نگار حضرات

سے درخواست ہے کہ از راہ کرم اپنا مضمون خوشخط اور آدھے صفحہ پر کاغذ کھلا لکھ کر بھیجا کریں تا ان کا مضمون جلد شریک اشاعت ہوسکے

رپورٹ تبلیغی دورہ جنوبی ہند (صوبہ کیرالہ)

از مکرم مولوی بی عبداللہ صاحب فاضل مبلغ مالا بار

مرکرہ

شہر مرکرہ ضلع کورگ کا صدر مقام اور میسور اسٹیٹ میں شامل ہے تاہم میرے حلقہ تبلیغ کے اندر ہے اس لئے مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ اور مکرم سید سلیم حسن الجابلی صاحب کو بنگلور سے مرکرہ لے آنے کے لئے میں نے مکرمی مولوی محمد ابوالوفاء صاحب مبلغ معاون کو ۲۶ر فروری کی صبح بنگلور بھیجا تھا۔ چنانچہ مولوی صاحب ان دونو مہمانوں کے ساتھ ۲۸ر فروری کی صبح کو بنگلور سے بذریعہ موٹر بس روانہ ہو کر شام کے ۴ بجے مرکرہ وارد ہوئے۔ جماعت مرکرہ کے تمام احباب بس سٹینڈ پر اپنے معزز بھائیوں کے استقبال کے لئے جمع تھے۔ خاکسار نے جماعت کی طرف سے مہمانوں کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد ہم سب جلوس کی صورت میں سرکاری گیسٹ ہاؤس پہنچے جہاں مہمانوں کے قیام کا انتظام تھا۔ بنگلور سے مولوی محمد ابوالوفا صاحب نے چونکہ بذریعہ فون و تار یہ اطلاع دے دی تھی کہ وفد شام کو مرکرہ پہنچے گا اس لئے اس دن جلسہ کرنا مشکل تھا لہٰذا یکم مارچ کو ٹاؤن ہال میں جلسہ مقرر کیا گیا جس کا اعلان اشتہارات اور دعوتی خطوط کے ذریعہ کیا گیا اور جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے جلسہ کی صدارت منظور فرمائی مگر اچانک کسی محکمانہ کام کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے اور صدارت کے فرائض مجھے انجام دینے پڑے۔ شام کے پانچ بجے جابلی صاحب کی تلاوت قرآن کریم کے ساتھ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ خاکسار نے دونو مہمانوں کا تعارف حاضرین سے کروایا اور دونو کے مختصر حالات بتائے۔ اس کے بعد مکرم جابلی صاحب نے عربی زبان میں اسلام کے فضائل اور احمدیت کی صداقت کے بارہ میں نہایت عمدہ اور پرجوش تقریر کی جس کا ترجمہ مولوی ابوالوفاء صاحب ساتھ کے ساتھ سناتے رہے۔ پھر مکرم آرچرڈ صاحب نے اسلام کی صداقت پر تقریر انگریزی میں کی اور احمدیت کے وسیلہ سے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا آخر میں میں نے اسلام کی عالمگیر اور امن بخش تعلیم بیان کی۔ اور اظہار تشکر کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ سرکاری گیسٹ ہاؤس میں دونو مہمانوں کی ملاقات کے لئے کافی لوگ آتے رہے اور دونوں مہمان ہر ملاقاتی کو تبلیغ کرتے رہے۔ مرکرہ میں ان مہمانوں کی آمد سے احمدیت کا خوب چرچا ہوا اور کافی تبلیغ ہوئی

الحمد للہ

منجیشور

تبلیغی وفد جس میں اب میں اور مولوی ابوالوفاء صاحب بھی شامل تھے مرکرہ سے ۲ر مارچ کی صبح ۴½ بجے بذریعہ موٹر مرکرہ سے روانہ ہو کر ۱۱½ بجے منگلور ریلوے سٹیشن پہونچے جہاں منگلور کے احباب موجود تھے مگر چونکہ وہاں ہمارا کوئی پروگرام نہ تھا اس لئے بارہ بجے کی گاڑی سے وفد منجیشور کیلئے روانہ ہو گیا جو وہاں سے گیارہ میل دور ہے۔ وہاں کی جماعت نے ایک ہائی سکول میں جلسہ کا انتظام کیا تھا۔ منجیشور سٹیشن پر اتر کر وفد مکرم عبدالرشید صاحب پریذیڈنٹ کے مکان پر پہنچا جہاں قیام کا انتظام تھا۔ نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی گئی۔ اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ پہنچے۔ یہ جلسہ ایک بار سوخ ہندو رئیس کی صدارت میں منعقد ہوا۔ سلیم جابلی صاحب نے تلاوت کی اور ۴½ بجے جلسے کی کارروائی شروع ہوئی۔ صاحب صدر نے مختصر سی افتتاحی تقریر انگریزی میں کی۔ اس کے بعد جابلی صاحب نے عربی میں اور آرچرڈ صاحب نے انگریزی میں تقریریں کیں جن کا ترجمہ ساتھ کے ساتھ ملیالم میں کیا گیا اس کے بعد میں نے اسلام کی رواداری اور امن پسند تعلیم پر ملیالم زبان میں تقریر کی۔ آخر میں صاحب صدر نے ہمارے خیالات کی تعریف کی اور خوشی کا اظہار کیا۔

کومبالا

منجیشور کے جلسہ سے فارغ ہو کر شام کے چھ بجے ہم سب یعنی تبلیغی وفد اور منگلور و منجیشور کے تمام احباب ۶½ بجے کی گاڑی سے منجیشور سے کومبالا روانہ ہوئے۔ جو ۱۱ میل جانب جنوب ہے ۷½ بجے وہاں پہنچے۔ وہاں کومبالا اور موگرال کے احباب موجود تھے۔ سٹیشن سے قریب ڈاک بنگلہ میں قیام کا انتظام تھا اور وہیں جلسہ کا بھی پروگرام بنایا گیا تھا چنانچہ ۸ بجے جلسہ شروع ہوا۔ صدر جلسہ مجھے بنایا گیا تھا۔ جابلی صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ پہلے میں نے معزز مہمانوں کا تعارف کرایا۔ پھر مکرم جابلی صاحب نے عربی میں نہایت پرجوش تقریر کی اور احمدیت کی صداقت کو واضح کیا اس کا ترجمہ مولوی محمد ابوالوفاء صاحب نے سنایا۔ پھر مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے انگریزی میں بہت ہی موثر تقریر کی۔ ان کی تقریر دلوں تک پہونچنے والی تھی اس کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ سنایا جاتا رہا۔ بعدہٗ میں نے اپنی اختتامی تقریر میں احمدیت کی صداقت بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اسلامی تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچانے کیلئے جماعت احمدیہ کس قسم کی جدوجہد کر رہی ہے بعض مخالفین نے دور کھڑے شور کیا اور آوازے کسے مگر پولیس کی تنبیہہ پر وہ خاموش ہو گئے اور ہمارا جلسہ کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ یہاں ہمارے جلسہ کی کامیابی توقع سے بڑھ کر ہوئی اور کافی لوگ آئے۔ تقریریں بہت زوردار اور کامیاب تھیں جلسہ سے فارغ ہو کر کھانا کھایا گیا اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ اور باہر سے آئے ہوئے تمام احباب نے بھی رات وہیں قیام کیا

پینگاڑی

۳ر مارچ کی صبح کو ۹½ بجے ہمارا تبلیغی وفد کومبالا سے پینگاڑی کو بذریعہ ٹرین روانہ ہوا جو وہاں سے ۸۰ میل دور ہے۔ گیارہ بجے ہم پینگاڑی پہونچ گئے۔ یہاں خدا کے فضل سے ایک بڑی جماعت ہے جماعت کے قریباً تمام مرد اور بچے اپنے دونو معزز مہمانوں کے استقبال کیلئے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ مہمانوں کے گاڑی سے اترتے ہی تمام احباب نے اہلاً وسہلاً و مرحبا کے نعرہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ خوش آمدید کہا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور پھر یہ سب لوگ جلوس کی صورت میں احمدیہ مسجد پہنچے۔ جہاں چائے پلانے اور تعارف کے بعد مہمانوں کو ان کی جائے قیام پر لے جایا گیا۔ مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے ظہر اور عصر کی نمازیں مسجد میں جمع کر کے پڑھائیں۔ شائقین ان دونو سفید طیور کو دیکھنے کے لئے آتے رہے اور بعض لوگوں سے مختصر گفتگو بھی ہوتی رہی۔ نماز مغرب و عشاء مکرم جابلی صاحب نے پڑھائی۔ اور ۷½ بجے شام مسجد احمدیہ میں جلسہ منعقد ہوا۔ صحن مسجد کو خوب سجایا گیا تھا اور پنڈال اور سٹیج خوبصورت بنائے گئے تھے۔ اور جابجا ٹیوب لائٹ لگے ہوئے تھے جلسہ خاکسار کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جابلی صاحب نے تلاوت کی۔ اس کے بعد میں نے مختصر تعارفی تقریر کی اس کے بعد مکرم جابلی صاحب نے عربی میں ایک شستہ اور معنی خیز تقریر کی اور صداقت احمدیت کو واضح کیا مولوی محمد ابوالوفاء صاحب ترجمہ سناتے رہے۔ اس کے بعد مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے اپنے قبول اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدعی صادق ہونے کے موضوع پر تقریر کی۔ مسٹر این عبدالرحیم صاحب نے اس کا ترجمہ کیا اس کے بعد میں نے صدارتی تقریر احمدیت کی صداقت پر کی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے پینگاڑی کا جلسہ بھی بہت کامیاب رہا۔ ارد گرد کے دیہات سے بھی بہت سے لوگ تقریریں سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہمارے جلسہ کی کامیابی اور چہل پہل بعض مقامی معاندین کے لئے ایک تازیانہ بن رہی تھی اور ان پر شاق گذر رہی تھی مگر وہ کچھ کر نہ سکتے تھے سوائے اس کے کہ اپنے دلوں میں کہتے ہوں گے کہ اب تو احمدیت کی مضبوط جڑیں زمین کے کناروں تک پہونچ چکی ہیں اب اسے روئے زمین سے مٹانا تو درکنار اس کی ترقی اور مقبولیت کو روکنا بھی ہماری دسترس سے باہر ہے کئی لوگ مکرم آرچرڈ صاحب سے معترضانہ سوال بھی کرتے رہے جن کا معقول جواب وہ ان کو دیتے رہے

الغرض پینگاڑی کا جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفوں کی آنکھیں کھولے کہ وہ صداقت کو پہچان لیں۔

کوڈالی

۴ر مارچ کو صبح نو بجے تبلیغی وفد پینگاڑی سے بذریعہ ریل گاڑی براستہ کنانور کوڈالی کیلئے روانہ ہوا۔ کنانور جو پینگاڑی سے ۴۰ میل پر ہے تک کا سفر گاڑی پر اور کنانور سے کوڈالی تک ۱۰ میل کا سفر موٹر کار پر طے کیا گیا۔ ۱۲ بجے وفد کوڈالی پہونچ گیا۔ کنانور کے کئی دوست بھی کوڈالی پہونچے ہوئے تھے یہ مقام ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور یہاں ہماری چھوٹی سی جماعت ہے اور جماعت کی مسجد بھی ہے۔ یہیں جلسہ کا انتظام تھا۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام کیا گیا تھا جماعت کی طرف سے ارکان وفد اور دوسرے مہمانوں کی چائے اور شیرینی سے تواضع کی گئی اس کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ دونو صاحبان نے انگریزی اور عربی میں تقریریں کیں عربی کا ترجمہ مولوی محمد ابوالوفاء صاحب نے اور انگریزی کا ترجمہ مکرم این عبدالرحیم صاحب نے کیا۔ مقررین نے جماعت کو نماز۔ دعا اور تبلیغ کرتے رہنے کی تلقین کی۔ جلسہ کے بعد دونوں مہمان احباب جماعت سے گفتگو کرتے رہے اسی روز یہ وفد دن کے دو بجے بذریعہ کار کوڈالی سے کنانور کو روانہ ہو گیا۔ جہاں نماز مغرب کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ (باقی آئندہ)

موعود اقوام عالم

(از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ نزیل دہلی):-

سنت خداوندی اس بات پر شاہد ہے کہ جس طرح جسم کی غذا کے لئے اور زمین کی مادی حیات کے لئے آسمان پر بادل گرجتے ہیں۔ بجلیاں چمکتی ہیں۔ اور موسلا دھار بارش برستی ہے ٹھیک اسی طرح روح و قلب کی فضا میں تغیرات ہوتے ہیں یہاں اگر زمین کی مٹی پانی کے لئے ترستی ہے۔ تو وہاں بھی انسانی روح ہدایت کے لئے تڑپتی ہے۔ یہاں جب پتے جھڑتے ہیں، ٹہنیاں سوکھنے لگتی ہیں۔ پھولوں کی معطر۔ خوبصورت اور رنگین پتیاں مرجھا جاتی ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ آسمان کو رحم کرنا چاہیئے وہاں بھی جب سچائی کا درخت مرجھا جاتا ہے نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ عدل و انصاف کا خوشنما باغ ویران ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے کلمہ حق و صداقت کا پودا درخت دنیا کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں بے برگ و بار نظر آنے لگتا ہے۔ تو اس وقت انسانیت کی روح چیختی ہے کہ خدا کو رحم کرنا چاہیئے، جب زمین پر موت طاری ہوتی ہے تو خدا کی بارش اسے زندگی بخشتی ہے۔ اور جب انسانیت ہلاک ہونے لگتی ہے تو خدا کی ہدایت اُسے پھر اُٹھا کر بٹھا دیتی ہے۔ کلام پاک اسی کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:-

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔

ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اسکی راہنمائی کی تاکہ وہ صحیح اور فطری طریقے پر کاربند رہ کر اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کر سکے۔

جملہ مذاہب کی کتب بتاتی ہیں کہ آخری زمانے میں روحانی دنیا تاریک و تار ہو جائیگی اور یہ تاریکی اپنی شدت کے لحاظ سے اس قدر بھیانک۔ دردناک اور خطرناک معلوم دیتی ہے کہ ہر ایک نبی نے اپنی امت کو اس زمانے سے ڈرایا ہے اور اس زمانے کی خرابیوں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

بھاگوت گیتا جو اہل ہنود کی مشہور مذہبی کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ:-

"کل یگ میں لوگ سچائی اور دھرم چھوڑنے کی وجہ سے کمزور ہوں گے۔ عمریں کم ہوں گی۔ کرم دھرم سب چھوٹ جائیں گے۔ لوگ کم عمر ہونے پر بھی آپس میں فساد اور جھگڑا کریں گے۔ اور اپنا دھرم چھوڑ کر جھوٹی سوگند اور جھوٹی گواہی پیسے کی خاطر دیں گے پاپ اور پن کا خیال نیک اور بد کی پہچان جاتی رہے گی۔۔۔ ۔۔ اور کل یگ میں تین حصے پاپ اور ایک حصہ پن رہ جاتا ہے۔"

اور انجیل میں لکھا ہے:-

"لیکن یہ جان رکھو کہ اخیر زمانے میں برے دن آئینگے کیونکہ آدمی خود غرض۔ زر دوست۔ شیخی باز مغرور۔ بدگو۔ ماں باپ کے نافرمان۔ ناشکرے۔ ناپاک طبعی محبت سے خالی سنگدل تہمت لگانے والے بے ضبط تُند مزاج نیکی کے دشمن دغاباز ڈھیٹھ۔ گھمنڈ کرنے والے خدا کی نسبت عیش و عشرت کو زیادہ دوست رکھنے والے ہوں گے۔"

اور حدیث شریف میں آتا ہے:-

"لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام صرف نام کا رہ جائے گا اور قرآن شریف صرف رسم کے طور پر رہ جائیگا مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہونگی۔ انکے علماء بدترین خلائق ہونگے ان ہی میں سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں لوٹ کر جائیں گے۔"

پھر لکھا ہے:-

"آخری زمانہ میں عابد جاہل ہونگے قاری لوگ فاسق ہوں گے گانے والیاں ظاہر ہوں گی۔ باجے بجیں گے۔ پچھلی امت اگلی اُمت پر لعنت کرے گی عالم اس لئے علم سیکھیں گے کہ روپیہ پیدا کریں۔ قرآن کو تجارت کا ذریعہ بنائیں گے۔۔۔۔۔ کا قبضہ ان کی عورتیں ہوں گی خطباء بہت ہوں گے امر بالمعروف کم ہوگا۔ مرد عورتوں کی شکل بنائیں گے۔"

سکھ مذہب کے بانی حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنم ساکھی میں لکھا ہے:-

"ایسا ظلم و ستم کا زمانہ آنیوالا ہے کہ ہندو مسلمان سب اپنے اپنے دھرم دین کو چھوڑ دینگے اور سب ایک ہی رنگ میں رنگین ہوں گے۔ آپ فرماتے ہیں میں نے یہ باتیں خدا سے خبر پاکر بتائی ہیں جو کہ ہر صورت میں پوری ہوں گی۔"

ان پیشگوئیوں کے ساتھ ہی ساتھ جب ہم زمانے کی موجودہ حالت پر نگاہ ڈالتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ روحانی دنیا تاریک و تار ہو چکی ہے۔ آسمانِ روحانی کا سورج گناہوں کے ظلمات میں پوشیدہ ہو چکا ہے۔ سچائی کا درخت مرجھا چکا ہے۔ دیگر مذاہب کا تو ذکر ہی کیا خود اسلام کا باغ ویران ہو رہا ہے مولانا حالی اس باغ کی ویرانی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:-

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا نام جس پر!
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل
ہوئے روکھ جسکے جلانے کے قابل
جہاں زہر کا کام کرتا تھا باراں
جہاں آکے دیتا ہے رو ابر نیساں
تردد سے جو اور ہوتا ہے ویراں
نہیں راس جس کو خزاں اور بہاراں
یہ آواز پیہم وہاں آرہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

اور مولانا آزاد مرحوم اس زمانے کی تعریف اپنے مشہور اخبار الہلال میں ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

"آج دنیا پھر تاریک ہے۔ وہ روشنی کے لئے پھر تشنہ ہے۔ وہ پھر سو گئی جب اسے بار بار جگایا گیا تھا۔ وہ پھر اسے بھول گئی جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی اس کا وہ پرانا دکھ جس کے علاج کے لئے خدا کے رسولوں نے آہ و زاری کی تھی۔ اور جس کو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے کے ہاتھوں آخری مرہم نصیب ہؤا آج پھر تازہ ہو گیا۔ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی جبکہ اسلام کا ظہور ہؤا۔ ایسی ہی تاریکی آج تہذیب و تمدن کے نام سے پھیلی ہے۔۔۔۔ دنیا کی وہ کونسی بیماری ہے جو آج عود نہیں کر رہی ہے۔"

اور بقول ایڈیٹر اخبار ملاپ

آج زمانے کی یہ حالت ہے۔ کہ گھر گھر میں ردیش اگنی جل رہی ہے فساد کی آگ روشن ہے۔۔۔۔۔ سے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ جھوٹ دغا۔ فریب اور مکاری کی اگنی میں لوگ دگدھ ہو رہے ہیں۔ وہ محبت وہ پریم وہ الفت وہ چاہت کے محل بیٹھ کے کوہ آتش فشاں کے لاوے میں بہہ گئے ہیں۔"

اور بقول اخبار تیج موجودہ زمانے کی خرابیوں کے پیش نظر اب بھگوان کرشن کے جنم کی مہا بھارت کے زمانے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔"

ان حالات میں ہر مذہب کا پیرو اپنی روحانی پیاس کو بجھانے کے لئے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ جن مقدس کتابوں نے زمانے کی خرابیوں کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے نشکلنک اوتار۔ بدھ کا مثیل۔ کرشن کا مثیل، مہدی یا مسیح اس دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور اپنے مسیحی نفس سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔

چنانچہ اس شدت پیاس کیوقت میں عالم انسانیت کی فضائے روحانی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہؤا۔ اور وہ خداوند قدوس جس نے سبھنا کی پتیوں پہ فرمایا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتشی رتھوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال کی نمود ہوگی۔ اور وہ خدا جس نے کرشن کی زبانی یہ کہا تھا۔ کہ گناہوں کی کثرت پہ میرا ظہور ہؤا کرے گا۔ آخری زمانہ کے فسادات کو دیکھ کر اس کی

جملہ پیشوایانِ مذاہب کی عزت و احترام کی نسبت

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا عقیدہ

"اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کے لئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں ان کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی ہے اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی کی کافی ہے کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی۔ خدا اپنے مقبول بندوں کی عزت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ ہوتا اور ہلاک کیا جاتا ہے۔

(پیغام صلح صفحہ...)

رحمت جوش میں آئی اور انیسویں صدی کے آخر میں الہام و وحی کی بارشوں میں ظاہر ہوا۔ اور تابان سے چمکتے ہوئے ذروں پر اس کے [illegible] کی بوندیں پڑنے لگیں۔ اور وہ بزرگ و برتر خدا اپنے پیارے جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مرزا غلام احمد سے یوں ہمکلام ہوا۔

"اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانے میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا۔"

(تریاق القلوب)

خدا کے اس پیارے نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اے مسلمانو! اگر تم سچے دل سے حضرت خداوند تعالے اور اس کے مقدس رسول پر ایمان رکھتے ہو اور نصرت الٰہی کے منتظر ہو تو یقیناً سمجھو کہ نصرت کا وقت آ گیا اور یہ کاروبار انسان کی طرف سے نہیں اور نہ کسی انسانی منصوبہ نے اس کی بنا ڈالی بلکہ یہ وہی صبح صادق ظہور پذیر ہو گئی ہے جس کی پاک نوشتوں میں پہلے سے خبر دی گئی تھی۔ خدا تعالے نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں پڑ جاتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آ گیا۔ خدا تعالے اپنے دین کے باغ کو جس کی راستبازوں کے خون سے آبپاشی ہوئی تھی کبھی ضائع کرنا نہیں چاہتا وہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ غیر قوموں کے مذاہب کی طرح اسلام بھی ایک پرانے قصوں کا ذخیرہ ہو جس میں موجودہ برکت کچھ بھی نہ ہو وہ ظلمت کے کامل غلبہ کے وقت اپنی طرف سے نور پہنچاتا ہے کیا اندھیری رات کے بعد نئے چاند کے چڑھنے کی انتظار نہیں ہوتی کیا تم سلخ کی رات کو جو ظلمت کی آخری رات ہے دیکھ کر حکم نہیں کرتے کہ کل نیا چاند نکلنے والا ہے۔ افسوس کہ تم اس دنیا کے ظاہری قانون قدرت کو خوب سمجھتے ہو مگر اس روحانی قانون فطرت سے جو اسی کے ہمشکل ہے بالکل بے خبر ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۵)

اور مسلمانوں کے ساتھ ہی ساتھ دنیا کی تمام قوموں کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

"جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔ اور میں عرصہ بیس برس یا کچھ زیادہ برسوں سے اس بات کو شہرت دے رہا ہوں کہ میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پر ہو گئی ہے۔ جیسا کہ ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں۔ جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے بڑا اوتار تھا۔ یا یہ کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے وہی ہوں یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں بلکہ وہ خدا جو زمین اور آسمان کا خدا ہے اس نے میرے پر ظاہر کیا اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔"

(لیکچر سیالکوٹ)

ایک طرف حالاتِ زمانہ اور دوسری طرف حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی سوانح حیات اور آپ کے کام پر نظر ڈالی جائے۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ آپ ہی وہ موعود ہیں جن کے متعلق صحف انبیاء میں اطلاعات دی جا چکی ہیں جن کے بارہ میں انجیل اعلان کر چکی ہے۔ اخبار و احادیث نبوی خوشخبری سنا چکے ہیں۔ ہاں آپ ہی ہیں جن کا بٹالہ کے پرتھن میں ظاہر ہونا سکھ مذہب کے مقدس گرنتھوں میں بتلایا جا چکا ہے۔ اور یقیناً یقیناً آپ ہی کا وجود تھا جو شری مد بھگوت گیتا کے اس اعلان کے ماتحت ایشور کی طرف سے دنیا کی ہدایت و راہنمائی کے لئے مبعوث ہوا کہ

یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت
ابھیت تھانم دھرمسیہ تدا تمانم سرجامیہم

پس آپ مسیح تھے۔ آپ کرشن اوتار تھے۔ خدا نے آپ ہی کو ہندوؤں عیسائیوں یہودیوں مسلمانوں اور دیگر فرقوں اور جماعتوں کی ہدایت و رہبری کے لئے مامور فرمایا۔ اور آپ کو وہ نور۔ وہ روشنی۔ وہ طاقت اور وہ قوت بخشی کہ جس کی مدد سے آپ نے غافل اور مدہوش دنیا کو جھنجوڑا اور خداوندی ارشاد کے ماتحت اسے ہدایت کی طرف بلایا۔ خالق و مالک کے احکام ان کو سنائے۔ اور وہ نشان دکھائے جو خدائے بزرگ و برتر نے آپ کی صداقت اور حقانیت کے ثبوت میں ظاہر فرمائے تھے۔ اور وہ کلام شائع کیا جو خدا تعالے نے آپ پر نازل کیا تھا۔ وہ غیب کی باتیں بتائیں۔ جن کا علم خدا نے قبل از وقت آپ کو دیا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک نہیں بیسیوں دلائل ہیں۔ تاہم سچائی کے طالب کے لئے یہ امر بھی کوئی معمولی نہیں کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور اپنی صداقت کو پرکھنے کے لئے چند پیشگوئیاں کرتا ہے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ پیشگوئیاں حرف بحرف پوری ہوتی ہیں۔ اگر یہ اس کی صداقت کا ثبوت نہیں۔ تو دنیا میں کسی نبی کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی۔

اے آسمان کی راہ تکنے والو وہ موعود ہاں ہاں وہ نوشہ جس کی انتظار میں آپ بیٹھے ہیں وہ آ چکا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

شب آخر میں وہ اقوام کا نوشہ آیا
قتل دجال کو وہ عدل کا مسیحا آیا
کشتیٔ احمد مرسل کا کھویا آیا
گوپیاں دیکھ کے بولیں وہ کنھیا آیا
اٹھو اٹھو کہ پڑھیں اس پہ درود اور سلام
دیر سے آیا اور قدر سے وہ ماہ تمام

کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کی رو سے جھوٹا نہیں

ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

"خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ دنیا میں جسقدر نبیوں کی معرفت مذہب پھیل گئے ہیں اور ایک زمانہ اُن پر گذر گیا ہے اُن میں سے کوئی مذہب بھی اپنی اصلیت کی رو سے جھوٹا نہیں اور نہ اُن نبیوں میں سے کوئی نبی جھوٹا ہے۔"

(تحفہ قیصریہ ص۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سنہری کارنامے

(بقیہ صفحہ نمبر ۹)

افوام لوگوں کے دل اس حیرت میں تھے کہ یہ کس طرح ہوا کہ خدا تعالیٰ میرا خدا نہیں اور اس نے مجھے چھوڑ دیا اور تعالیٰ کی نسبت ان جذبات محبت کو پیدا نہیں کر سکتے تھے جو انکے دل میں پیدا ہونے چاہیئے تھے مگر حضرت مسیح موعود نے اس رنگ کو بھی دور کرا دیا اور جہاں اپنی تعلیم کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے درمیان صلح کا راستہ کھولا وہاں خدا اور بندہ کے درمیان صلح کا بھی راستہ کھولا۔

اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کی جائیں

دوسرا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امن عامہ کے قیام کیلئے یہ اختیار کیا۔ کہ آپ نے تجویز پیش کی کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں۔ دوسرے مذاہب پر اعتراض نہ کریں کیونکہ دوسرے مذہب کے عیب بیان کرنے سے اپنے مذہب کی سچائی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دوسرے مذہب کے لوگوں میں جوش اور کینہ پیدا ہوتا ہے۔

تیسرا اصول تعاون

(۳) تیسرا اصل امن عامہ کے قیام کے لئے آپ نے یہ تجویز کیا کہ ملک کی ترقی فساد اور بغاوت کے ذریعہ سے نہ چاہی جائے بلکہ امن اور صلح کے ساتھ گورنمنٹ سے تعاون کر کے اس کے لئے کوشش کی جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت جبکہ عدم تعاون کا زور ہے۔ لوگ اس اصل کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تعاون سے جس قدر حقوق مل سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں مل سکتے مگر تعاون سے مراد خوشامد نہیں خوشامد اور شئے ہے اور تعاون اور شئے ہے جسے ہر شخص جو غور و فکر کا مادہ رکھتا ہو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ خوشامد اور عہدہ کی لالچ ملک کو تباہ کرتی ہے اور غلامی کو دائمی بناتی ہے مگر تعاون آزادی کی طرف لے جاتا ہے ✽

ولادتیں

(۱) برادرم چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ بنگلور کو اللہ تعالے نے مورخہ ۳/۵۹ کو دوسری بیوی سے تیسرا لڑکا عطا فرمایا تو مولود کی درازیٔ عمر اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(چوہدری) اسعید احمد ناز قادیان

(۲) مورخہ ۵۹/۳/۷ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے چوتھا لڑکا عطا فرمایا محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے عزیز کا نام طاہر اقبال تجویز فرمایا۔ احباب سے عزیز کو لمبی عمر عطا کئے جانے اور خادم دین بننے کی دعا کی درخواست ہے منظور احمد صحیبہ بھاگلپوری

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے متصوفانہ کلام کا کچھ نمونہ

(از جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے ناظر امور عامہ قادیان)

جہاں تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے پیش کردہ علم کلام اور قرآن کریم کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید میں دلائل و براہین کا تعلق ہے اہل علم طبقہ اس بات کا معترف ہے کہ آپ نے وہ عظیم الشان کام سرانجام دیا ہے جس کی نظیر اسلام کی گذشتہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ مخالفین اسلام بالخصوص عیسائی اور آریہ آپ کے پیشکردہ دلائل کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کر چکے ہیں۔ اور انکی اسلام کے خلاف یلغار پسپائی میں بدل چکی ہے لیکن بعض وہ لوگ جن کو حضرت اقدس علیہ السلام کی کتب و تحریرات کو بالاستیعاب پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا اور ان کے سامنے عام طور پر مناظرانہ دلائل ہی آئے ہیں وہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب و تحریرات میں علم تصوف و روحانیت کے متعلق بہت کم مواد ملتا ہے

جہاں تک حقیقت کا سوال ہے یہ بات درست نہیں۔ حضور اقدس علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض ہی لوگوں کو زندہ خدا کے دامن سے وابستہ کرنا اور اس قدوس ہستی کے آستانہ پر جھکانا تھی۔ آپ نے عقاید اور علم کلام کی جو اصلاح فرمائی وہ بھی اسی غرض سے تھی اور آپ کے منظوم اور منثور کلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ جس رنگ میں آپ نے خدا کی معرفت و توحید، راہ سلوک کے مختلف مدارج دنیا کی بے ثباتی، فنا، بقا اور لقا کے مختلف مقامات، خدا اور اس کے رسول صلعم سے والہانہ عشق و محبت، تبتل و انقطاع الی اللہ، دعا و الہام و کلام الٰہی وغیرہ مسائل پر روشنی ڈالی ہے وہ آپ ہی کے شایان شان ہے۔ بیشک گذشتہ زمانہ میں بہت سے علماء متصوفین اور اولیاء امت نے علم تصوف میں موشگافیاں کی ہیں اور ان کے احوال و اقوال یقیناً ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور روحانیت اور عشق حقیقی کی دنیا میں مولانا رومی رح شیخ فرید الدین عطار رح۔ حضرت جنید بغدادی رح۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح حضرت بایزید بسطامی رح۔ حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر رح حضرت معین الدین چشتی رح۔ حضرت داتا گنج بخش رح۔ حضرت نظام الدین اولیا رح ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور ان کی جدوجہد اور پاک نمونے نظر انداز نہیں کئے جا سکتے لیکن ؏

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روحانیت کے اس میدان میں جو شہسواری کی ہے وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ حضور کی کتب، تحریرات اور ملفوظات کو پڑھنے سے انسان پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی روح گناہ اور معصیت کی آلودگیوں سے صاف ہو کر مصفی پانی کی طرح آستانۂ الٰہی پر بہہ رہی ہے اور رحیم و محسن اور محبوب خدا کی گود میں ابدی لذت و سرور حاصل کر رہی ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام کا منثور اور منظوم کلام اردو، عربی اور فارسی میں ہے۔ اور آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ ذیل میں اس عظیم الشان کلام کا کچھ منظوم حصہ تصوف اور روحانیت کے نقطۂ نظر سے انتخاب کر کے قارئین حضرات کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس انتخاب میں مضامین کی ترتیب کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ اصل مقصد احباب کو روحانیت کے اس اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہو کر عشق و وصال الٰہی کے بیش بہا موتی نکالنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔ تصوف کے اعتبار سے خاکسار کی حقیر رائے میں حضور اقدس علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام مقدار میں زیادہ ہے اس لئے فارسی اشعار کو پہلے لکھا گیا ہے اور اس کے بعد عربی اور اردو کلام کا نمونہ دیا گیا ہے۔ فارسی اور عربی اشعار کا مفہوم بھی ساتھ ساتھ اردو میں دے دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام تصوف کی اس چاشنی سے محظوظ ہونگے

نمونہ کلام منظوم

فارسی اشعار

از پئے دنیا بریدن از خدا
بس ہمیں باشد نشانِ اشقیا

دنیا کی خاطر خدا تعالیٰ سے تعلق توڑنا یہی بدبختوں کی علامت ہے

چوں شود بخشائش حق بر کسے
دل نمی ماند بدنیایش بسے

جب کبھی کسی پر خدا تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے اس کا دل دنیا میں نہیں لگتا

لیک ترکِ نفس کے آساں بود
مردن از خود شدن یکساں بود

لیکن نفسانی خواہشات کو ترک کرنا بھی آسان نہیں۔ مرنا اور خودی کا چھوڑنا برابر ہے

منہ دل در تنعمہائے دنیا گر خدا خواہی
کہ میخواہد نگار من تہیدستاں عشرت را

اگر خدا کا طلبگار ہے تو دنیوی نعمتوں سے دل نہ لگا کیونکہ میرا محبوب خدا ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو عیش کے تارک ہوں

مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا
کجا بیند دلِ ناپاک روئے پاکِ حضرت را

پانی کا مصفا قطرہ چاہیئے تا اس سے موتی پیدا ہوں۔ ناپاک دل خدا کے پاک چہرہ کو کہاں دیکھ سکتا ہے۔

مرا ہر جا کہ می بینم رخِ جاناں نظر آید
در خشد در خور و در ماہ بنماید ملاحت را

مجھے تو جدھر دیکھتا ہوں پیارے خدا کا چہرہ ہی نظر آتا ہے سورج میں بھی وہی چمکتا ہے اور چاند میں بھی وہی اپنی ملاحت دکھاتا ہے۔

حریص غربت و عجزم از آں روز یکہ دانستم
کہ جا در خاطرش باشد دلِ مجروحِ غربت را

میں اس دن سے غربت و عاجزی کا حریص ہوں جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں زخمی اور مسکین دل کی عزت ہے

صبر کردیم از عنایاتش بریں صد ضرب و کوفت
سرمہ در چشمے نیاید تا نہ گردد غبار

ان سینکڑوں مصائب و تکالیف پر ہم نے اس خدا کی مہربانیوں سے صبر کیا کیونکہ سرمہ آنکھ کے قابل نہیں جب تک کہ غبار کی طرح باریک نہ ہو جائے

رحمتِ خالق کہ حرز اولیاست
ہست پنہاں زیر لعنت ہائے خلق

خدا کی رحمت جو اولیاء اللہ کا تعویذ ہے وہ مخلوق کی لعنت کے نیچے مخفی ہوتی ہے۔

تو بروں آ از خود لقا ایں است
تو در و محو شو بقا ایں است

تو اپنی خودی سے باہر آ کہ یہی لقا ہے اور اس محبوب میں محو ہو جا کہ یہی بقا ہے

عربی اشعار

تَجِدُّ بِہ جَذْوَۃُ قَلْبِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ
وَعَادَتْ دَوْلَتِیْ بَعْدَ الزَّوَالِ

میں نے اپنے دل کی حیات اپنی نفسانی خواہشات کی موت کے بعد پائی جب میری جسمانی طاقتوں کو زوال آگیا تو روحانی دولت واپس لوٹ آئی

فَلَا تَامَنْ سَاخِطَ عَنْ رَحْمِہٖ
وَلَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَحْمِہٖ اِنْ تَشَدَّدَا

جب اللہ تعالیٰ کا رحم ہو رہا ہو تو اس کے غضب سے بھی اپنے آپ کو امن میں نہ سمجھو اور نہ ہی جب اس کی طرف سے سختی ہو تو اس کے رحم سے مایوس ہو۔

ھَوِیْتُ الْحِبَّ حَتّٰی صَارَ رُوْحِیْ
وَاَرَانِیْ جَنَانِیْ فِیْ جَنَانِیْ

میں نے اپنے محبوب خدا سے محبت کی یہاں تک کہ وہ میری روح بن گیا اور میری جنت کو میرے دل میں دکھا دیا۔

اردو اشعار

- جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

- عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں

- یہ راہ تنگ ہے پر یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے

- زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بن کے اس کے عزیز و حبیب ہیں

- وہ دور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دور ہیں
ہر دم اسیر نخوت و کبر و غرور ہیں

- تلخی کی زندگی کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

- اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

- جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

- کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

- دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم عقل رسا یہی ہے

- ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

- عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ

- سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ

- جو عاشق اس ذات کے ہوتے ہیں
وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں

- وہ اس یار کو صدق دکھلاتے ہیں
اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں

- وہ جاں اس کی راہ میں فدا کرتے ہیں
وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں

- یہ دیوانگی عشق کا ہے نشاں
نہ سمجھے کوئی اس کو جز عاشقاں

حضرت اقدس علیہ السلام کی بیش قدر تصنیفات سے یہ چند اشعار جو تصوف کے نقطہ نظر سے بعض روحانی حقیقتوں کو واشگاف کرتے ہیں بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق [illegible]

"مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

(از مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب معاون ناظر اعلیٰ قادیان)

آج ۷۲ سے بہتر سال پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظیم الشان بشارتوں سے پُر کلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھیگا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اسی طرح فرمایا:-

"مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(تذکرہ صفحہ ۲۶۰ بحوالہ الحکم ۲۷/۳)

۱۸۸۶ء سے آج تک اس وعدہ کو جھٹلانے کے لئے کیا کچھ مخالفانہ کوششیں کی گئیں اور اس روحانی سلسلہ کو مٹانے کیلئے کس قدر زور صرف کیا گیا یہ ایک لمبی داستان ہے مگر ان تمام کوششوں کے علی الرغم یہ شجرہ طیبہ برابر بڑھتا چلا گیا اور اس کی شاخیں اکناف عالم میں پھیلنے لگیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا وہ تو بڑی قدرتوں کے مالک خدا کا کلام تھا اور یہ ظاہر ہے کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

قبل اس کے کہ اس اجمال کی قدرے تفصیل دیجا جائے حال ہی کے ایک مخالف اخبار کا اعتراف حقیقت اسی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:-

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی ہے مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں اکثر تقویٰ و تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان صاحب منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر اکابر رحمہم اللہ وغفر لہم کے بارہ میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائیدیں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے"

(المنیر لائل پور ۲۳ فروری ۱۹۵۶ء)

یعنی باوجود جملہ مخالفتوں کے احمدیت کا کارواں بڑھتا رہا اور بڑھ رہا ہے والفضل ما شہدت بہ الاعداء

احمدیت کی تبلیغ زمین کے کناروں تک

اب آئیے دنیا کا نقشہ دیکھئے پہلے ہند و پاکستان کو لیجئے۔ کراچی سے ڈبرو گڑھ تک ایک خط کھینچئے اور دوسرا راس کماری سے سری نگر تک۔ تو صاف نظر آئیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ ان سب جگہوں تک پہنچ چکی ہے

پھر ایشیا کا نقشہ سامنے رکھیں ایک خط حیفہ (فلسطین) سے دمشق (شام) اور دمشق سے بغداد (عراق) اور بغداد سے طہران (ایران) اور طہران سے بخارا اور بخارا سے کاشغر اور کاشغر سے ٹوکیو (جاپان) ٹوکیو سے ہانگ کانگ (چین) ہانگ کانگ سے بٹاویہ (سماٹرا) بٹاویہ سے کولمبو (سیلون) اور کولمبو سے عدن اور عدن سے حیفہ تک خط کھینچیں تو صاف معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ ایشیا کے کناروں تک پہونچ چکی ہے۔

افریقہ کا نقشہ لیجئے۔ قاہرہ سے ممباسہ۔ ممباسہ سے لیگوس (نائیجیریا) لیگوس سے سالٹ پانڈ (غانا) سالٹ پانڈ سے فری ٹاؤن (سیرالیون) تک خط کھینچئے تو معلوم ہوگا کہ افریقہ کے کناروں تک حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ پہنچ چکی ہے۔

یورپ کے نقشہ کو لیجئے۔ لنڈن سے میڈرڈ (سپین) میڈرڈ سے بلغاریہ (یوگوسلاویہ) بلغاریہ سے روما (اٹلی) روما سے زیورچ (سوئٹزرلینڈ) زیورچ سے وارسا (پولینڈ) وارسا سے برلن اور ہیمبرگ (جرمنی) ہیمبرگ سے سٹاک ہالم میں تبلیغ احمدیت پہونچ چکی ہے۔ نیز دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھی یورپ کا دورہ فرما چکے ہیں۔

شمالی امریکہ آئیے اس ملک میں متعدد جماعتوں کے علاوہ واشنگٹن، نیویارک، پٹسبرگ، ڈیٹرائٹ، شکاگو میں ہمارے مشن ہیں۔ جنوبی امریکہ میں ٹرینیڈاڈ۔ ڈچ گی آنا۔ برٹش گی آنا اور گریناڈا میں مشن اور جماعتیں قائم ہیں

فلپائن کا پہلا واقف زندگی مبلغ ربوہ پہنچ چکا ہے۔

قرآن کریم کے تراجم

اس وقت تک جماعت کی طرف سے ذیل کی چودہ زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو چکا ہے:-

انگریزی۔ ڈچ۔ جرمن
سواحیلی۔ ہندی۔ گورمکھی
ملایائی۔ انڈونیشی۔ چینی۔
روسی۔ فرانسیسی۔ پرتگیزی
اطالوی۔ ہسپانوی۔

غیر زبانوں میں ترجمہ احمدیہ لٹریچر

اس کے علاوہ ہسپانوی زبان میں دو کتابوں کا۔ جرمن زبان میں آٹھ کتابوں کا۔ فرانسیسی میں آٹھ کتابوں کا۔ ڈچ زبان میں گیارہ کتابوں کا۔ سواحیلی زبان میں تیرہ کتب کا۔ فارسی میں چار کا۔ برمی میں تین کا۔ ملائی میں تین کا۔ چینی میں ایک کا۔ تامل میں آٹھ کا۔ سندھی میں چار کتب کا۔ سنہالی میں ایک کتاب کا۔ گورمکھی میں آٹھ کتب کا۔ ہندی میں دس کتب کا۔ مرہٹی میں چھ کتب کا۔ گجراتی میں پانچ کتب کا۔ اڑیہ میں سات کتب کا۔ ملیالم میں دس کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

اس وقت دنیا میں تیس (۳۰) اخبارات و رسائل کام کر رہے ہیں۔ جن میں روزانہ۔ ہفتہ وار۔ ماہوار بھی ہیں۔ جو اٹھارہ مختلف زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔

احمدیہ مساجد کی تعمیر

امریکہ۔ یورپ۔ افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں اس وقت تک تین سو کے قریب مساجد اور ایک سو کے قریب سکول قائم کئے جا چکے ہیں۔

یہ ہے خدائی وعدہ کے پورا ہونے کا مجمل خاکہ! اور اسی شجرہ طیبہ کی شاخوں کو دیکھ کر مولوی ظفر علی خاں صاحب کو بھی اقرار کرنا پڑا تھا کہ

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں۔ دوسری طرف یورپ میں پھیلی نظر آتی ہیں"

(زمیندار ۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

یہ تو آج سے چھبیس سال پہلے کے حالات کا مشاہدہ کر کے لکھا گیا تھا اب ذرا اخبار المنیر لائل پور مجریہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:-

"قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو اس کا تبلیغی نظام ہے۔ جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی بنا دیا ہے"

جماعت احمدیہ کا بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لینے کا اقرار درحقیقت اس الہام الٰہی کے نہایت صفائی سے پورا ہونے کا غیر شعوری اظہار ہے جس کی بشارت خدا تعالیٰ کی طرف سے امام الزمان مسیح دوراں مہدی موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پون صدی قبل دے دی گئی تھی۔ سچ ہے ؎

وہ سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہے

مجالس خدام الاحمدیہ اور امتحان کتب

جملہ قائدین مجالس خدام الاحمدیہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ نظارت تعلیم و تربیت قادیان کی طرف سے کتب خلافت (خلافت حقہ اور نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر) کے امتحان کا اعلان ہو چکا ہے جو ۲۵ مئی کو منعقد ہوگا۔ اس امتحان میں جملہ خدام کی شرکت لازمی ہے سوائے اس کے جو خدام پہلے ان کتب کا امتحان دے چکے ہوں۔ فہرستیں جلد دفتر ہذا میں بھجوائیں۔

نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ادائیگی زکوٰۃ

اور

احباب جماعت کا فرض

نماز کے بعد اسلام کی دوسری عملی زکوٰۃ ہے۔ جس کے معنے مال کو پاک کرنے اور بڑھانے کے ہیں۔ زکوٰۃ کی بڑی غرض یہ ہے کہ ایک طرف امیروں کے مال میں سے غریبوں کا حق نکال کر اسے پاک کیا جائے۔ اور دوسری طرف غریبوں اور بے سہارا لوگوں کی امداد کا سامان مہیا کر کے قوم کے مقام کو بلند کیا جائے اور اس کے افراد کو اوپر اٹھایا جائے زکوٰۃ کی شرح ہر صاحب نصاب شخص پر ۲½ فی صدی سالانہ کے حساب سے فرض قرار دی گئی ہے۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح قابل مواخذہ ہے جس طرح کہ تارک نماز۔

بعض لوگ غلط فہمی سے دیگر جماعتی چندوں کو زکوٰۃ کا قائمقام سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی سے غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ کوئی اور چندہ زکوٰۃ کا بدل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر ہمارے احمدی احباب اور ہماری بہنیں اپنا محاسبہ کریں اور زکوٰۃ کے متعلق اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس رکھتے ہوئے جائزہ لیں تو خدا کے فضل سے اکثر گھروں سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔

عنقریب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ اس مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ صدقہ خیرات اور زکوٰۃ ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ احباب جماعت اور ہماری بہنیں اپنا محاسبہ کر کے اس اہم فرض کی طرف متوجہ ہوں۔ چند ماہ سے اس مد میں آمد کی رفتار بہت سست اور غیر تسلی بخش ہے۔ اور کمی آمد کے باعث کئی ایک ضروری اخراجات رکے ہوئے ہیں۔

امید ہے کہ دوست اس فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ فرماویں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

یوم مسیح موعود

بتاریخ ۲۳ مارچ

جماعتہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کی منظوری سے امسال "یوم مسیح موعود" ۲۳ مارچ (بروز اتوار) کو ہوگا۔ مد نظر ہو کہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کی رو سے یہ امر ثابت ہے کہ سب سے پہلی بیعت جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لدھیانہ کے مقام پر لی تھی وہ مارچ ۱۸۸۹ء کے آخری عشرہ میں ۲۳ مارچ کو لی گئی تھی اور جماعت احمدیہ کا قیام معرض وجود میں آیا تھا۔ اس مبارک موقعہ کی یاد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات و معجزات نیز آپ کے احسانات اور تعلیمات کے تذکرہ کیلئے تقریب منانا مناسب ہے۔ اس بارہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے استصواب کیا گیا تو حضور نے اس کی اجازت فرمائی۔ جماعتوں کے امراء۔ صدر صاحبان اور عہدیداران کو چاہیئے کہ اس دن کی اہمیت کے پیش نظر اس تقریب کو عملی جامہ پہنائیں اور رپورٹیں بھی بھجوائیں۔ نوٹ:۔ اعلان میں تاخیر کے باعث اسلئے ۲۳ مارچ کو یوم مسیح موعود کی تقریب منائی جا رہی ہے اور اسی کے پیش نظر اخبار بدر کا خاص نمبر شائع کیا گیا ہے۔ احباب اس سے فائدہ اٹھائیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ مارچ میں ختم ہو

- ۱۰۵۹ مکرمی سید محمد یوسف صاحب سیرو (اڑیسہ) ۲۸ مارچ ۵۸ء
- ۱۳۸۹ سید محمد عقیل صاحب پوسٹ ماسٹر خلیفہ باغ حیدر آباد دکن " "
- ۱۲۹۰ " سید حسن شاہ صاحب ٹیلر ماسٹر ستارہ بمبئی " "
- ۱۳۹۵ " سید بہاؤ الدین احمد صاحب قادری آسکا اڑیسہ " "
- ۱۳۸۶ " عبد الغنی صاحب سیکرٹری مال ماندوجی کشمیر " "
- ۱۵۶۲ " محمد نصر اللہ خان صاحب منو آباد نواب شاہ سندھ پاکستان " "
- ۱۶۴۹ " غلام نبی صاحب پریذیڈنٹ سیکرٹری مال کہنہ پورہ کشمیر " "
- ۱۶۵۰ " احمد ڈار صاحب شورت کشمیر " "
- ۱۲۴۳ " محمد تقی صاحب ارگول یو پی " "
- ۱۳۵۴ " پروفیسر ختر احمد صاحب اورینوی صدر پٹنہ بہار " "
- ۱۶۵۱ " عبد الحق صاحب سیکرٹری مال پنڈی بھاگو پاکستان " "
- ۱۶۵۲ " اے کے فضل پروپرائیٹر فضل ریڈیو لاہور " "
- ۱۶۵۳ " ملک غلام احمد خان صاحب بھیرو پورہ منٹگمری پاکستان " "
- ۱۳۸۳ " چوہدری حبیب اللہ صاحب کرنڈی سندھ پاکستان " "
- ۱۱۸۹ " شفیع احمد صاحب کلکتہ کلکتہ " "
- ۱۲۴۶ " محمد ایوب صاحب رانچی بہار " "
- ۱۶۵۴ " اللہ دتا صاحب کمالی زندیقی جھیور اوالی پاکستان " "
- ۱۶۵۵ " ایس۔ کے عبد الرزاق صاحب غوگر میسور " "
- ۱۶۹۴ مکرمی محمد مرتضیٰ صاحب سیٹا مڈ ڈجج ہائیکورٹ حیدر آباد دکن ۲۰ مارچ ۵۸ء
- ۱۶۲۶ " شریف احمد صاحب نور سرائے بہار " "
- ۱۵۰۹ " مولوی بہادر خان صاحب ساندھن یوپی " "
- ۵۶ " محمد عاشق حسین صاحب پریذیڈنٹ خانپور ملکی بہار " "
- ۱۰۰۷ " پی۔ محمد صاحب مدراس مدراس " "
- ۱۰۷۲ " منشی محمد حفیظ صاحب کریل یوپی " "
- ۱۶۱۱ " غلام مصطفیٰ صاحب کنڈاپانی کٹک اڑیسہ " "
- ۱۰۷۹ مکرمہ والدہ صاحبہ سردار امیر محمد خان صاحب کوٹ قیصرانی پاکستان " "
- ۱۵۳۰ مکرمی عبد الحی خان صاحب دھوبشاہی سونگھڑہ اڑیسہ " "
- ۱۴۵۹ " سید عبد المجید صاحب جمشید پور بہار " "
- ۱۶۱۳ " ماسٹر محمد یٰسین صاحب ہیڈ ٹیچر شوپیاں کشمیر " "

اعلان نکاح

مورخہ ۲۱ مارچ ۵۸ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت محمد اسمٰعیل صاحب غوری سکنہ یادگیر کا نکاح بعوض ایک ہزار روپیہ مہر مکرم محمد محمود غوری صاحب ولد محمد یوسف غوری صاحب مرحوم پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے موجب برکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے آمین (ایڈیٹر)

The Weekly

BADR, QADIAN.

27. MARCH 1958.

مسجد احمدیہ ہیگ (ہالینڈ)

جماعت احمدیہ کے اخبارات

احمدیہ جماعت اپنی قلت تعداد اور سامان کے باوجود منظم تبلیغی سرگرمی اور اشاعتی تڑپ کے لئے مشہور و ممتاز ہے۔ اس وقت دنیا کے مختلف ملکوں اور زبانوں میں اس کے اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ محترم بھائیوں کی اطلاع کے لئے بعض کے نام نیچے دیئے جاتے ہیں۔

	نام اخبار	زبان	مقام	
(۱)	[illegible]	اردو	قادیان	(ہندوستان)
(۲)	[illegible]	”	”	”
(۳)	[illegible]	”	”	”
(۴)	[illegible]	[illegible]	مدراس	”
(۵)	[illegible]	ملیالم	مالابار	”
(۶)	الفضل	اردو	ربوہ	(پاکستان)
(۷)	مصباح	”	”	”
(۸)	[illegible]	”	”	”
(۹)	الفرقان	”	”	”
(۱۰)	ریویو آف ریلیجنز	انگریزی	”	”
(۱۱)	المصلح	اردو	کراچی	”
(۱۲)	رفتار زمانہ	”	لاہور	”
(۱۳)	[illegible]	”	”	”
(۱۴)	مسلم سن رائز	انگریزی	واشنگٹن	(امریکہ)
(۱۵)	دی اسلام	جرمن	زیورچ	(سوئٹزرلینڈ)

(۱۶)	الاسلام	ڈچ		(ہالینڈ)
(۱۷)	دی ٹرتھ	انگریزی		(نائیجیریا)
(۱۸)	البشریٰ	عربی	جبل الکرمل	(فلسطین)
(۱۹)	سلامیہ سورتین	سیلونی	کولمبو	(سیلون)
(۲۰)	سلام	انڈونیشین		(انڈونیشیا)

احمدیہ مشن

جماعت احمدیہ کا ہر فرد کم و بیش تبلیغ کے ذریعہ اپنے خیالات و عقائد کو محبت اور پیار سے دوسروں تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ علاوہ افراد و جماعت کی انفرادی جد و جہد کے مرکز سلسلہ کی طرف سے مستقل مبلغوں کے ذریعہ احمدیت کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ اس وقت مندرجہ ذیل ملکوں میں مرکزی مبلغین اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ یہ فہرست ہندوستان اور پاکستان کے دو صد کے قریب مرکزی مبلغین کے علاوہ ہے۔

علاقہ	تعداد مبلغین	علاقہ	تعداد مبلغین
انگلستان	۳	مشرقی افریقہ	۱۰
سپین	۱	مشرقی بنگال	۶
شمالی امریکہ	۴	اسرائیل	۱
ٹرینیڈاڈ	۱	ماریشس	۱
جرمنی	۱	سیلون	۲
سوئٹزرلینڈ	۱	ملایا	۲
سیرالیون	۵	انڈونیشیا	۱۶
گولڈ کوسٹ	۶	بورنیو	۳
نائیجیریا	۲	ہالینڈ	۲
سنگاپور	۳	ایبے سینیا	۱
برما	۱	فرانس	۱

مندرجہ بالا تعداد کے علاوہ پچاس کے قریب مقامی مبلغین بھی مختلف ملکوں میں مرکزی ہدایت کے تحت کام کر رہے ہیں۔